تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۵	۲۵ر جولائی ۱۹۸۸ء مطابق ۱۰ر ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ	شمارہ ۱۸

نگران اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط وکتابت کا پتہ
منیجر "تعمیر حیات" پوسٹ بکس ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ
انڈیا

زرتعاون

سالانہ : پینتیس ۳۵ روپے
ششماہی : پچیس ۲۵ روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ ۵۰ پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، جلد ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۲۰ ڈالر
افریقی ممالک : ۲۰ ڈالر
یورپ وامریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ
ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا آپ اگر یہ چاہتے ہیں کہ دینی وادبی کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ پینتیس ۳۵ روپے ارسال فرمائیے۔ یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں

اداریہ

شمس الحق ندوی

نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا

خالق کائنات نے جب سے انسانوں کو روئے زمین پر آباد کیا ہے اسی وقت سے ان کی ہدایت ورہنمائی کا بھی انتظام فرمایا ہے کہ یہ پتلۂ خاکی سہو ونسیان، تمرد وسرکشی، ظلم وجہل، حب مال اور حب جاہ، بے صبری و جلد بازی جیسی کمزوریاں بھی اپنے اندر رکھتا ہے، مزید برآں یہ کہ روز آفرینش ہی سے اس کا ازلی دشمن ابلیس اس کے ساتھ لگا ہوا ہے اور اپنی ذریت کے ساتھ بنی آدم کو بھی جہنم میں لے جانا چاہتا ہے، اس نے بڑی ڈھٹائی اور بے حیائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ دیا، " قَالَ فَبِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ ثُمَّ لَآتِيَنَّهُم مِّن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَن شَمَائِلِهِمْ ۝ وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝

"(پھر) شیطان نے کہا کہ مجھے تو تونے ملعون کیا ہی ہے، میں بھی تیرے سیدھے رستے پر ان کو (گمراہ کرنے) کے لیے بیٹھوں گا، پھر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے (غرض ہر طرف سے) آؤنگا (اور ان کی راہ ماروں گا) اور تو ان میں اکثر کو شکر گذار نہیں پائے گا۔"

اس نے اپنا پہلا حربہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا پر استعمال کیا اور ان دونوں کو جنت سے نکلوا کر زمین پر اتروا دیا، "فدلّٰھما بغرور" غرض (مردود نے) دھوکہ دے کر ان کو (معصیت کی طرف) کھینچ ہی لیا، اسی وقت سے بنی آدم اور ذریت ابلیس کے درمیان معرکہ آرائی ہے، شیطان اس کو جہنم کی طرف کھینچتا رہا ہے، اور اللہ کے نبی اور رسول صراط مستقیم اور جنت کی طرف دعوت دیتے رہے جو نادان شیطان کے دام فریب میں پھنستے رہے وہ انبیاءؑ اور رسولوںؑ کو جھٹلاتے رہے، اللہ کے یہ منتخب اور خاص بندے حق کی آواز لگاتے رہے، بڑے درد اور کرب کے ساتھ راہ نجات کی طرف بلاتے رہے پر جن پر شیطان لعین کا داؤں چل گیا وہ راہ حق سے بدکتے اور بھاگتے ہی رہے، عبرتناک سزاؤں اور عذاب کے بعد بھی بھولتے اور بھٹکتے رہے، ان نہ ماننے والوں میں سے کسی قوم کو دریا میں ڈبو دیا گیا، کسی پر پتھروں کی بارش کی گئی اور پوری بستی کو اٹھا کر دے مارا گیا، کسی کو آندھی وطوفان نے مارا، کسی کو سیلاب وبے پناہ بارش نے ڈبویا، کسی قوم کو بندر بنا دیا گیا، کسی کے اوپر آگ کی بارش کی گئی، کسی کو بھونچال و زلزلہ نے مارا، حق کی صدا لگانے والے ہر اجر وصلہ سے مستغنی وبے نیاز ہوکر دعوت واصلاح کا فرض انجام دیتے رہے، کامیاب ہوئے تو اترائے نہیں، ناکام ہوتے تو گھبرائے نہیں، ان کو فکر رہی تو یہ کہ جو کام ان کے حوالہ کیا گیا ہے اس کو کرتے رہیں، مولانا سید سلیمان ندویؒ کے الفاظ میں:

"انبیاء کرام علیہم السلام کے اصول دعوت کی بنیادی چیز یہی ہے کہ وہ اپنے کام کی اجرت اور مزدوری کسی مخلوق سے نہیں چاہتے، "وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ" ان کا متفقہ متحدہ فیصلہ بے انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے کام کی کسی مخلوق سے تحسین وآفرین بھی نہیں چاہتے ان کی دعوت کی قوت وتاثیر دو چیزوں کا نتیجہ ہوتی ہے، مخلوق سے ہر اجر سے استغناء و بے نیازی اور ان کی ذاتی پاکیزہ زندگی۔"

اس سلسلۂ طلائی کی سب سے آخری کڑی محسن عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ کسی اور کے نہیں معلوم کہ دو دو چاند گذر جاتے تھے اور آپ کے گھر میں چولہا نہیں جلتا تھا، آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو اپنے فدائیوں کی ایک بڑی جماعت چھوڑ گئے جو دعوت اسلام کے فریضہ کو برابر انجام دیتی رہی اور کبھی صلہ کی طالب نہ ہوئی بلکہ جب

غیبت ایک مہلک مرض

بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی

اس عالم میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کو آدمی دیکھتا نہیں مگر ان کے وجود کا یقین رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ وہ چیزیں نظر نہیں آتیں مگر ان کے آثار اس طرح ہویدا وعیاں ہیں کہ آدمی ان کے وجود کے ماننے پر مضطر ومجبور ہے۔ مثلاً ہوا ہے کہ آدمی ہوا کو دیکھتا نہیں مگر اس کے اثرات دکھلائی پڑتے ہیں۔ پتے ہلتے ہیں ٹہنیاں ہلتی ہیں تو آدمی کہتا ہے کہ ہوا چل رہی ہے نیز بدن کو لگتی ہے۔ جیسی ہوا ہوتی ہے گرم یا سرد، اس کا احساس ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ گرم ہوا چل رہی ہے یا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اسی طرح سردی کو آدمی دیکھتا نہیں مگر اس کا اثر آدمی کے بدن پر ہوتا ہے تو کمبل لحاف اوڑھتا ہے۔ اسی طرح جب گرمی کا احساس ہوتا ہے تو پنکھا جھیلنے لگتا ہے کپڑے اتار دیتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کا یقیناً وجود ہے بلکہ جملہ مخلوقات کا وجود انہیں کے وجود کا پرتو وظل ہے اور تمام اشیاء انہیں کے موجود کرنے سے موجود ہوئی ہیں اور وہ اپنے آثار سے بالکل ہویدا اور ظاہر ہے۔ تاہم ان کو کوئی یہاں ان آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا ہے۔ اسلئے کہ یہ دار دنیا اس کا محل نہیں ہے آخرت میں مومن کو اس ذات عالی کا دیدار ہوگا اور اس سے بڑھ کر کسی نعمت میں حظ ولطف نہ ہوگا ــــــ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۝

آخرت میں مومن ان آنکھوں سے دیکھے گا مگر یہاں نہیں دیکھ سکتا بلکہ اس کے ذات صفات کی کامل معرفت بھی نہیں ہوسکتی اسلئے کہ جتنا ہم سمجھ سکتے ہیں اس کے وہ ورا ہے بلکہ انہ تعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ وہ ذات وہم وتصور سے بالاتر ہے۔ ہاں اس کے آثار البتہ ظاہر باہر ہیں، جملہ مخلوقات ان کے وجود پر دال ہیں اس مضمون کو ایک اعرابی نے نہایت عمدہ طریقے سے بیان کیا ہے کہ البعرة تدل على البعير وآثار القدم تدل على المسير فسماء ذات ابراج والارض ذات الفجاج كيف لا تدل على اللطيف الخبير

مینگنی اونٹ پر دلالت کرتی ہے، نشانات قدم چلنے والے پر دلالت کرتے ہیں تو یہ برجوں والا آسمان اور یہ کشادہ زمین اپنے صانع لطیف وخبیر پر کیوں نہ دلالت کریں گے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

خود انسان کے اندر بہت سی چیزیں مستور ہیں اور ہم اس کے وجود کا یقین کرتے ہیں مثلاً بھوک، پیاس، غم، خوشی، وغیرہ یہ سب چیزیں اس کے اندر موجود رہتی ہیں ہم ان کو دیکھتے تو نہیں مگر ان کے وجود کا یقین کرتے ہیں، پس جب ہم اپنے اندر کی چیز کو نہیں دیکھ سکتے تو پھر اس ذات لطیف وخبیر کو کیسے دیکھ سکتے ہیں؟ اور جیسے ان چیزوں کو نہ دیکھنے کے باوجود، ان کے آثار سے وجود کا یقین کرتے ہیں، اسی طرح آثار وآیات سے اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین رکھتے ہیں۔

اسی طرح آدمی کے اندر اچھے برے اخلاق مستور ہیں مگر ان کو دیکھا نہیں جاسکتا البتہ آثار سے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کے اندر یہ خلق موجود ہے انہیں علامات وآثار کو دیکھ کر اس کی جڑ اور منشاء آدمی سمجھ لیتا ہے۔ چنانچہ مشائخ محققین اس معاملہ میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔

مثلاً کسی کے اندر تکبر کا مرض ہے یعنی اپنے کو بڑا سمجھنا، خواہ اپنے علم پر ہو، یا اپنے عمل پر، یا حسب ونسب پر ہو یا عبادت اور ریاضت پر یا مال ودولت پر ناز وغرور ہو کوئی دوسرا آدمی سمجھ نہیں سکتا اس لئے کہ یہ قلب کا فعل ہے اور قلب کے فعل پر دوسرا آدمی کیسے مطلع ہوسکتا ہے مگر جب اس کے آثار ظاہر ہوں گے تو ہر عاقل وبصیر دیکھ کر یہ کہیگا یہ شخص متکبر ہے۔ مثلاً یہ کہ ترفع وبڑائی کی باتیں کرتا ہے یا اپنے اخوان واحباب پر تقدم اختیار کرتا ہے اور ہر مجلس میں مقام صدارت پر ہی بیٹھتا ہے۔ اپنے قول وعمل سے اس کی خواہش کا اظہار کرتا ہے تو ہر شخص اس کی باتوں کو سن کر اور اس کے افعال کو دیکھ کر یہ کہہ دے گا کہ یہ متکبر شخص ہے اور مرض کبر میں مبتلا ہے۔

اسی طرح غصہ کا مرض ہے کہ کسی کی طبیعت کے خلاف بات ہوگئی تو دل میں انتقامی جذبہ ابھرتا ہے، ہیجانی کیفیت ہوتی ہے۔ مگر یہ دل ہی دل میں رہے تو کچھ نہیں لیکن جب اس کا اثر باہر آجائے، رگیں پھول جائیں چہرہ اور آنکھیں سرخ ہوجائیں، اور زبان سے اناپ شناپ باتیں نکلنے لگیں، گالی گلوج بکنے لگے تو ہر آدمی کہے گا کہ اس کو غصہ کی بیماری ہے۔

اسی طرح کینہ وحسد، بغض کی بیماریاں ہیں۔ یہ سب امراض قلب ہیں، جو قلب میں مستور رہتے ہیں۔ یوں آدمی ذرا غور کرے تو اپنے امراض کو سمجھ سکتا ہے مگر غفلت کیوجہ سے اس کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی۔ البتہ جکے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسکو اسکی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں اور اسکو عیوب نفس اور رذائل کا بصیر بنا دیتے ہیں اور جب بصیرت حاصل ہوجاتی ہے تو اصلاح آسان ہوجاتی ہے اور خودی اور انانیت فنا ہوجاتی ہے، چنانچہ میرا ہی ایک شعر ہے۔

کھل گئی جب سے چشم بصیرت
اپنی نظروں سے خود گر گئے ہم

رذائل کا ہونا کچھ بعید نہیں۔ انسان خطا ونسیان سے تو مرکب ہی ہے فضائل و رذائل کا مجموعہ ہے اور رذائل کے ہونے میں بھی بڑی مصالح ہیں ورنہ مجاہدہ کس چیز کا ہوتا ہے۔ پھر تعجب کی بات کیا ہے۔ مگر یہ کہ آدمی اصلاح کرنے کا مکلف ہے لہٰذا اس کی سعی کرنی چاہیئے۔ اس لئے کہ یہ رذائل اگر باقی رہے اور اسی میں آدمی مرا تو جہنم تک پہونچا دیں گے۔

مثلاً بدنظری کا مرض ہے تو باوجود خواہش کے آنکھ کو نامشروع شئے کے دیکھنے سے روکے، ہزار جی چاہے مگر نظر نہ اٹھائے مجاہدہ کرے کچھ دنوں کے بعد یہ مرض ختم ہوجائے گا۔ بدنظری ایسی بری بلا ہے کہ زنا تک پہونچا دیتی ہے اسی بنا پر خود اسکو زنا کہا گیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص آیا تو فرمایا کہ کیا حال ہے ان لوگوں کا جو ہماری مجلسوں میں آتے ہیں اور ان کی آنکھوں سے زنا کا اثر ٹپکتا ہے، تو اس نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وحی کا سلسلہ جاری ہے؟ فرمایا نہیں مگر مومن کو نور فراست دیا جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔

ایسے ہی تکبر کا مرض ہے۔ غصہ کا مرض، اسمیں اپنی زبان کو روکے اور کوئی فعل ایسا سرزد نہ ہو جو دوسروں کے لئے مضر ہو یعنی ان امراض کے آثار سے آدمی اگر اپنے کو بچائے گا تو جڑ اور منشاء جو قلب ونفس میں مستور ہے وہ مضمحل ہوجائے گا۔

آج کل عجب حال ہے، ان باتوں کی طرف ذرا التفات نہیں۔ بدگمانی، تجسس، غیبت عام ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے منع فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۝ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا

اے ایمان والو! بہت گمان کرنے سے بچو یقیناً بعض گمان گناہ ہوتا ہے اور تجسس نہ کرو اور نہ تمہارا ایک دوسرے کی غیبت کرے

مگر دیکھ لیجئے کہ آج اس آیت پر کتنا عمل ہورہا ہے، ہر مقام پر غیبت کا بازار گرم ہے۔ اور اب تو یہ مرض نقل مجلس ہوگیا ہے، اور بدگمانی اور تجسس تو غیبت کے مقدمات ہیں ان کا شائع ہونا بھی مخفی نہیں ہے چنانچہ بدگمانی کا واقعہ حضرت مولانا تھانویؒ نے بیان فرمایا کہ:

ایک آدمی چلا آرہا تھا، ایک دوسرے آدمی نے اسے دیکھ کر سمجھا کہ ہمارا دوست جارہا ہے؟ بعض دفعہ ایسی غلط فہمی ہوجاتی ہے جب قریب گیا اور چہرہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارا دوست نہیں ہے تو اپنی اس غلط فہمی پر اس کی زبان سے لاحول ولاقوۃ نکل گیا۔ اور کہا کہ میں نے سمجھا تھا کہ ہمارا فلاں دوست ہے آپ کی یہ کونسی خفگی کی بات تھی؟ مگر کیا ہوا سنئے، اس آدمی نے اس کو پکڑ لیا اور کہا کہ تم نے مجھ کو شیطان سمجھ کر لاحول پڑھا اور تیز بات کرنے لگا۔ کتنے ہی عذر کیا مگر ایک نہ مانا اور یہی کہتا رہا کہ تم نے ہم کو شیطان سمجھا جب ہی تو لاحول پڑھا جب بات بہت بڑھنے لگی تو وہ کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔

دیکھئے، یہ ہے بدگمانی کا کرشمہ

آج کل اوہام وخیالات پر احکام کا ترتب ہوجاتا ہے اور اس کی وجہ سے بہت نقصانات ہورہے ہیں۔ مگر اس کو کم کرنے والے بہت کم ہیں۔ قلوب کو باہم جوڑنے والوں کی کمی ہوگئی ہے حالانکہ اس کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے تاکہ تعلقات ٹھیک ہوجائیں اور باہمی نزاع وفساد ختم ہوجائے مگر اب زیادہ لوگ ایسے ہیں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر کرکے فسادات میں اضافہ کردیتے ہیں اور دور تک پھیلا دیتے ہیں۔ (بقیہ ص ۱۵ پر)

ممالک فتح ہو رہے تھے اور خوش حالی کا دور شروع ہو چکا تھا تو ان میں سے بعض گھبرا کر بول اٹھتے تھے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہماری جد و جہد اور فی سبیل اللہ کام کا صلہ یہیں مل رہا ہو چونکہ آپ کے بعد یہی امت امت دعوت ہے اور اب قیامت تک اس امت کے افراد ہی اس فریضہ کو انجام دیتے رہیں گے اس لیے ہم صحابہؓ و تابعین کے بعد والے دور میں بھی یہ دیکھتے ہیں کہ دعوت کے میدان میں کام کرنے والے کسی صلہ کے طالب نہیں ہوتے ان کے پیش نظر دین کی دعوت اور اس کی نشر و اشاعت کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کا استعمال کرنا تھا اور اس کو کام میں لانا ہوتا ہے نتیجہ ہمیشہ خدا کے حوالہ کرتے ہیں ناکام ہونے پر مایوس ہو کر کام نہیں چھوڑ دیتے کامیاب ہونے پر خود پسندی اور خود بینی میں نہیں مبتلا ہوتے ان کے پیش نظر ہمیشہ رضائے خداوندی ہوتی ہے یہ مخلص کسی صلہ کے طالب نہیں ہوتے صلہ کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں، صلہ شہرت و ناموری کی شکل میں بھی ہوتا ہے آرام و راحت کی شکل میں بھی، اور تعریف اور مدح و ستائش کی شکل میں بھی ان مخلصین کے قدم اس راہ میں یہ سمجھ کر اٹھتے ہیں کہ دعوت کی راہ، ایثار و قربانی کی راہ ہے، قربانی مال و دولت کی بھی دینی پڑتی ہے اور اپنی بہت سی پسندیدہ چیزوں اور مرغوبات کی بھی اور اسی کے ساتھ ابتلاء و آزمائش کے سخت مراحل سے بھی گذرنا پڑتا ہے جو اس راہ میں ضروری ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

"أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ"

(کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔) (عنکبوت ۲)

یہ فتنہ جسمانی ایذا، مخاطب کے انکار، تحقیر اور استخفاف ہی کی شکل میں نہیں ہوتا ہے بلکہ کبھی مالی ترغیب، فتوحات، مقبولیت و شہرت کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور یہ فتنہ پہلے قسم کے فتنہ سے زیادہ سخت ہوتا ہے اسی لیے اس راہ کے رہرو کے سامنے ہمیشہ یہ ارشاد ربانی رہا کرتا ہے جو اس نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کی زبان سے ادا کرایا ہے

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ (انعام ۷۹) اور

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (انعام ۱۶۲-۱۶۳)

(میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

"اور (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خدائے رب العالمین ہی کے لیے ہے۔")

حنفاء ہر طرف سے کٹ کر لالچ و شہرت سے نظر ہٹا کر ہر مدح و ستائش سے بے نیاز اور لومۃ لائم کی قطعاً کوئی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں مشغول و منہمک رہتے ہیں نہ تعریف سے ان کے چہرے پر خوشی و بشاشت ظاہر ہوتی ہے اور نہ برائی و ملامت سے غصہ و ناگواری کا اثر ظاہر ہوتا ہے، یہ مخلصین فوری نتائج کے طالب نہیں ہوتے ان کی نظر اپنے کام کے سلسلہ میں ہمیشہ صحیح جہت اور مستقبل میں ظاہر ہونے والے ثمرات پر ہوتی ہے اس لیے اس کے فوری نتائج کی طلب میں کبھی مایوس ہو کر بیٹھ نہیں رہتے، تاریخ میں اس کی بے شمار مثالیں ہیں تاتاریوں جیسی وحشی قوم کا جو عالم اسلام کو زیر و زبر کر رہی تھی، حلقہ بگوش اسلام ہو جانا اسی طرح کی دعوت کا ایک نمونہ تھا، ہندوستان میں ادھر ماضی قریب میں حضرت مجددؒ کی دعوت عہد اکبری جیسے پر آشوب دور میں اس کی ایک درخشاں مثال ہے، دعوت ایک دیر میں پھول لانے والا درخت ہے، خود کی زندگی بھی اس کی ایک مثال ہے، اس کے نتائج کے حصول میں جلدی مچانا، اور مظاہر پر نظر رکھنا اپنے کیے کا نتیجہ خود دیکھ لینے کے لیے بے چین رہنا اور نتیجہ سامنے آتا نظر نہ آئے تو بیٹھ رہنا یہ عدم اخلاص ظاہر پرستی اور شہرت پسندی کی دلیل ہو سکتا ہے دعوت کا کام بہت نازک و ذکی الحس ہے، امتثال الامر اللہ اور ادائگی فرض کے علاوہ شہرت و ناموری کسی وقتی منفعت سے کیا جائے گا تو خواہ وقتی طور پر بظاہر کامیابی نظر آئے مگر یہ کامیابی نہیں ہوگی بلکہ فریب نفس و دھوکہ ہوگا اس کی حیثیت پانی کے بلبلہ اور جھاگ سے زیادہ نہ ہوگی،

قرآن کی صحیح اور سچی تعبیر ہے

فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ "سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔" (سورہ رعد ۱۷)

ہمارے اس عہد میں بھی بہت سے لوگ اسلام کا نام لے کر میدان میں آتے ہیں، اور بڑے زور و شور سے اسلام کی آواز بلند کرتے ہیں لیکن در پردہ کوئی نہ کوئی فتنہ ہوتا ہے، شہرت کا، جاہ و منصب کا، یا دعوت اسلامی کے نام پر انتفاع و استغلال کا، ایسے لوگ اسلام کو دعوت تو دیتے ہیں مگر خود اسلام کی دعوت کو نہیں قبول کرتے، ایسے لوگوں کی دعوت کے کچھ اثرات ظاہری طور پر تو وجود میں آتے ہیں مگر ان کی حیثیت جھاگ ہی کی سی ہوتی ہے جو بہت جلد ختم ہو جاتا ہے، وہ دعوت جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہو جھاگ کی طرح پانی کے اوپر اوپر چھٹ اور سوکھ کر نہ رہ جائے، اس کے لیے غیر معمولی یقین روحانیت، بے غرضی و ایثار، اعلیٰ دماغی و قلبی صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے اور انہیں صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک دعاۃ سے امت کی شوکت و عظمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

اور ایسے داعی جو بقول مولانا سید سلیمان ندویؒ امامت کے خواستگار ہوں جو اسلام کا نیا نظام مرتب کریں کفر و ایمان، نفاق اور اطاعت امیر کے نئے نقشے بھریں گے، اور یورپ کی ازم والی تحریکوں کی طرح مسلمانوں میں ایک نئی تحریک کا آغاز کریں اور اس اسلام ازم کو اسی "ازم" والے عزم و جوش و خروش سے نوجوانوں میں پھیلائیں اور مسائل کلامی و فقہی کا فیصلہ ایک نئے مجتہدانہ انداز سے کریں ممکن ہے کہ یہ گروہ اس موجودہ انقلابی دور میں نوجوانوں کے لیے تسلی و تشفی کا پیغام ثابت ہو اور سیاسی و اقتصادی راہ سے جو سیلاب آ رہا ہے اس کے روکنے کا کام کرے لیکن اس کا فکر و طریق کار امت کے جمیع طبقات کے مطابق نہیں اور اس وقت اسی انداز کی دعوتوں اور داعیوں کا زیادہ زور ہے۔

دعوت کا وہی طریقہ زیادہ کارگر اور مفید ہوگا جو نبوی طریقہ پر ہو۔ اور اس میں اخلاص کی ایک علامت و پہچان یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دعوت کا جو کام ہم کر رہے ہیں۔ اگر اسی کو کوئی اور فرد یا جماعت کر رہی ہو اور اس سے نفع پہنچ رہا ہو تو اسے دیکھ کر ہمیں خوشی ہو نہ کہ حسد۔

مدینہ کی پھر یاد آنے لگی

• مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڈھی دامت برکاتہم

صبا مست ہو کر پھر آنے لگی — پیام محبت سنانے لگی
تصور میں کس کو یہ لانے لگی — مرے دل پہ بجلی گرانے لگی
مدینہ کی پھر یاد آنے لگی — جنون محبت بڑھانے لگی
وہ آٹھ آٹھ آنسو رلانے لگی — کہ پھر آگ دل میں لگانے لگی
کچھ اس طرح نغمے سنانے لگی — مجھے مرغ بسمل بنانے لگی
مرے دل کی کلیاں کھلانے لگی — کہ فصل بہاراں پھر آنے لگی
شراب تصور پلانے لگی — مجھے مست و بے خود بنانے لگی
دیوانہ مجھے پھر بنانے لگی — ہنسانے لگی اور رلانے لگی
نہ جانے مجھے کیا دکھانے لگی — بہار قبا یاد آنے لگی
مری تشنگی پھر بڑھانے لگی — مجھے یاد زمزم کی آنے لگی
یہ کس واسطے میں تڑپنے لگا — صدا کیا یہ کانوں میں آنے لگی
مسرت سے کیوں جھومنے میں لگا — یہ کیا مجھ کو مژدہ سنانے لگی
مبارک مبارک، یہ امید و بیم — محبت کا نقشہ دکھانے لگی
پڑھوں کیوں نہ دل سے درود و سلام — مجھے لذت دید آنے لگی

تکبیرات ایام تشریق

یوم عرفہ کی فجر سے ایام تشریق کی آخری تاریخ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد تکبیر کہنا حنفیہ کے نزدیک واجب ہے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔

انسانیت کا درخت

سنہ ۶۰ء میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے برما کا سفر فرمایا تھا اس موقع پر منجملہ اور تقریروں کے ایک اہم تقریر ذیل کی تھی جو ہم ابراہیم یوسف باوا کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں کہ انہوں نے یہ تقریر مہیا کیا ہے۔ (ادارہ)

"ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" (پ ۱۱ ع ۷)

پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ظاہری طور پر ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔ (بیان القرآن ۱۵۳)

میرے بزرگو بھائیو اور دوستو!

آپ کو معلوم ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو سارے عالم میں اندھیرا چھایا ہوا تھا، ملک کے ملک بر اعظم کے بر اعظم اللہ کی یاد سے، توحید کے نور سے، علم کی روشنی سے اور اخلاق حسنہ کی برکت سے محروم تھے، اللہ تعالیٰ سے بہتر اس زمانہ کی تصویر کون کھینچ سکتا ہے وہ فرماتا ہے۔

"ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" (پ ۲۱ ع ۵)

"خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دے، تاکہ وہ باز آجائیں (بیان القرآن ۴۹۲)

لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے خشکی اور تری میں، زمین پر، سمندر اور اس کے جزیروں میں عالمگیر فساد جس سے دنیا کا کوئی کونہ خالی نہ تھا، پھیلا ہوا اور چھایا ہوا تھا، اس وقت حالت یہ تھی جیسے اپنے زمانے کے ایک بہت بڑے مسلمان عالم نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص چراغ لے کر نکلتا تو ملک کے ملک خدا کی یاد سے خالی تھے اگر کوئی شخص کسی بہت بڑے ملک یا بر اعظم میں کسی ایسے آدمی کو تلاش کرتا جس کے دل میں خدا کی سچی معرفت اور محبت ہے اور خدا کو صحیح طور پر یاد کرتا ہے اور اس کو موت کا خیال ہے اور دوسری زندگی کا کچھ دھیان ہے تو پورے پورے ملک میں پورے پورے بر اعظم میں ایک آدمی بھی بعض اوقات ایسا نہ ملتا، لوگوں کے دل تاریک ہو چکے تھے، خدا کی صحیح پہچان، خدا کا صحیح علم، دنیا سے تقریباً نایاب ہو گیا تھا، ہر جگہ گناہوں کی سرکشی کا، غفلت کا، عیش و عشرت کا دور دورہ تھا ساری زمین پر بتوں کی پرستش ہو رہی تھی، آگ پج رہی تھی، بت پج رہے تھے درخت اور سورج و چاند پج رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کی خاص عبادت کرنے والا بالکل عنقا تھا ظلم کا عام دنیا میں دور دورہ تھا کسی کو سوائے اپنا پیٹ بھر لینے کے اور اپنا مطلب نکال لینے کے اور اپنے نفس کی خواہش پوری کرنے کے کوئی فکر اور کوئی دھندا نہ تھا۔

انسانیت کا درخت

انسانیت کا درخت جس کو بڑے انتظام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے لگایا تھا اور اس کو پروان چڑھایا تھا، وہ پامال ہو رہا تھا گویا جانور اس کو چر رہے تھے، ہر طرف سے اس پر حملہ تھا، انسانیت ذلیل کی جا رہی تھی اور اتنی لمبی چوڑی دنیا میں انسانیت کا درد رکھنے والے بالکل ناپید تھے، ایسا آدمی ایک اکیلا آدمی کہ جس کے دل میں کچھ انسانیت کا درد پیدا ہوتا، بے چینی پیدا ہوتی اور اس کی راتوں کی نیند حرام ہو جاتی، اور اس کا کسی کام میں جی نہ لگتا وہ موجود نہیں تھا، سب کو اپنی اپنی پڑی تھی، نفسا نفسی کا عالم تھا، بادشاہ، وزیر، امیر، عالم، شاعر، ادیب، مصنف، سوچنے والے اور یہاں تک کہ اللہ کو پہچاننے والے تھوڑا بہت اللہ کو یاد کرنے والے بلکہ بہت کچھ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے، وہ بھی انسانیت کی طرف سے بے فکر تھے اگر کسی کا کوئی جھونپڑا بھی ٹوٹتا اور کسی کے ایک پیسے کا نقصان ہوتا تو آدمی اس کو برداشت نہیں کرتا تھا لیکن انسانیت کی تذلیل اور اس کی بربادی سب دیکھ رہے تھے اور یہاں تک کہ ایک آنے اور ایک روپے کی جتنی قدر ہوتی ہے اتنی بھی انسانیت کی قدر کسی کے دل میں نہیں تھی، کوئی شخص اس خطرناک زندگی سے پریشان نہیں تھا، سب اپنے اپنے عیش میں مست اور اپنے اپنے حال میں مگن تھے اگر کوئی بہت ناراض ہوتا اور اس کو ایسی حالت بری معلوم ہوتی تو روٹھ کر خود ہی چلا جاتا کہیں کسی غار میں کہیں کسی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر اپنا ٹھکانہ بنا لیتا اور کہتا کہ ہم ایسی پاپی دنیا میں نہیں رہیں گے دنیا بڑی پاپی، پلید اور گندی ہو گئی ہے یہ دنیا رہنے کے قابل نہیں ہے، ہم اس زندگی سے بھاگ جاتے ہیں اور کہیں اور بسیرا کر لیتے ہیں، ایسے گنہگار شہروں میں اور ایسے ایسے گناہوں میں آلودہ زندگیوں میں رہنا ہم برداشت نہیں کر سکتے، لیکن اس کا بھی کیا نتیجہ تھا جو روٹھے گا، خود روٹھے گا۔

ایک مثال

اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی کشتی دریا میں چل رہی ہے اور غلط راستے پر جا رہی ہو، آگے طوفان ہو اور صاف نظر آ رہا ہو کہ اب یہ کشتی طوفان کی نذر ہو جائے گی اور ڈوب جائے گی، اور کشتی والے بالکل غافل ہوں، ایک دوسرے سے چھوٹی چھوٹی بات پر لڑ جھگڑ رہے ہوں آستینیں چڑھائے ہوئے ایک دوسرے کے گریبان پر ہاتھ ڈالے ہوئے کچھ مسافر دھینگا مستی اور خوب دھینگا مشتی کر رہے ہوں اور کچھ لوگ کشتی میں بیٹھے ہوئے تاش کھیل رہے ہوں، کچھ لوگ کشتی پر بیٹھے گا رہے ہوں بجا رہے ہوں اور کشتی ہر منٹ پر خطرے کے قریب ہو رہی ہو اور جو منٹ بھی گزرتا ہو اور جو گھڑی بھی گذرتی ہو یہ صاف نظر آ رہا ہو کہ اب یہ کشتی ڈوبے گی بچتی نظر نہیں آتی تو کوئی خدا کا بندہ اس کشتی پر بیٹھا ہوا ہو جو سب کچھ دیکھ رہا ہو اور خطرے کو محسوس کر رہا ہو تو کشتی جس رخ پر جا رہی ہو اس سے منہ موڑ کر پیٹھ پھیر کر دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ جائے وہ آنکھوں پر پٹی باندھ لے اور کہے کہ میں نہیں دیکھتا اور مجھ سے کشتی کے مسافروں کی یہ بدتمیزی نہیں دیکھی جاتی اور مجھ سے کشتی کا یہ انجام نہیں دیکھا جاتا میں تو منہ ادھر کر لیتا ہوں، کشتی مشرق کی طرف جا رہی ہو اور اسی طرف طوفان ہو اور وہ آدمی بجائے مشرق کے مغرب کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور آنکھ بھی بند کر لے اور سمجھے کہ میں نہیں ڈوبوں گا، اس سے کیا ہوتا ہے؟ کشتی جو ڈوبنے والی ہے وہ تو ڈوبے گی، ساتھ یہ بھی ڈوبے گا، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دی کہ اگر تم برائی سے نہ روکو گے اور نیکی کا حکم نہ دو گے تو تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک کشتی کے درجے ہوں، نچلا، درمیانہ اور فرسٹ کلاس اس کشتی میں کئی منزلیں ہوں اور سب مسافر ہوں اور اتفاق سے پانی کا انتظام اوپر کی منزل پر ہو، فرسٹ کلاس والوں کا یوں بھی زیادہ خیال کیا جاتا ہے، نیچے والے مسافر اوپر آتے ہیں وہاں سے پانی لاتے ہیں، جب پانی لاتے ہیں تو اس کا قاعدہ ہے کہ وہ کچھ ٹپکتا ہے گرتا ہے پانی ایسی قابو کی چیز نہیں ہے کتنا ہی آپ احتیاط کیجیے پانی ٹپک پڑتا ہے کسی کا کپڑا بھیگ گیا کوئی آدمی بھیگ گیا، تو وہاں سے جب پانی بھرنے جاتے ہیں تو راستے میں پانی گرتا ہے اوپر والوں نے ایک آدھ مرتبہ برداشت کیا پھر نیچے والوں پر ناراض ہونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ بڑی مصیبت ہے روز روز کی مصیبت ہے کہ پانی لینے آ جاتے ہیں، ضرورت آپ کو پانی کی ہے پریشان ہم ہوتے ہیں، اب ہم برداشت نہیں کر سکتے خبردار اوپر پانی لینے کے لیے مت آنا ہم پانی دینے کے روادار نہیں ہیں، ہم اب ایک قطرہ پانی بھی کسی کو نہیں دیں گے جب کہ پانی کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا، پانی کے بغیر زندگی نہیں اور پانی یہ دیتے نہیں، کہتے ہیں کہ اوپر تم چڑھو نہیں تو نچلی کلاس والے سوچا نیچے پیندے میں ہم ایک سوراخ کر لیتے ہیں اور وہاں سے ڈول ڈال کر اپنا پانی بھر لیا کریں گے پانی کے بغیر ہم جی نہیں سکتے اب ہم پانی کا یہیں انتظام کر لیں گے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو سمجھ دی اور ان کو ہوش آیا تو اوپر والے ان لوگوں کا ہاتھ پکڑ لیں گے، ان کو سوراخ نہیں کرنے دیں گے بلکہ ان کی خوشامد کر لیں گے اور کہیں گے کہ بھائی تم شوق سے اوپر آؤ اور پانی لو، ہم تمہیں نہیں روکتے مگر خدا کے لیے تم نیچے سوراخ نہ کرو، اس لیے کہ اگر تم نے نیچے سوراخ کر دیا اور پانی کشتی میں بھرنے لگا تو ساری کشتی ڈوب جائے گی اور اوپر نیچے والوں میں سے کوئی نہیں بچے گا، دریا کسی کی رعایت نہیں کرے گا، کشتی ڈوبے گی تو سب ڈوبیں گے اوپر کے بھی ڈوبیں گے اور نیچے کے بھی ڈوبیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمام دنیا میں فساد پھیلا ہوا تھا اگر کوئی خدا کا نیک بندہ بہت زیادہ اس پر بے چین اور پریشان ہوتا تو وہ زیادہ سے زیادہ یہ کرتا تھا کہ روٹھ کر ناراض ہو کر وہاں سے چلا جاتا،

اس پاپی اور آلودہ زندگی سے نکل کر پہاڑ کی چوٹی پر کہیں کسی غار کے اندر اپنا ٹھکانا بناتا اور کہتا ہمیں ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے یہ مریں یا تباہ ہوں ہم ان سے دور بھاگتے ہیں اتنی بڑی اللہ کی دنیا اتنی بڑی زمین اور وہاں جو یہ صورت تھی یہ فساد تھا اس سے لڑنے کے لیے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کا دھارا بدلنے کے لیے اس زندگی کا رخ صحیح کرنے کے لیے اور اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے کوئی تیار نہ تھا، بڑے بڑے نامی گرامی ملک تھے، ایران ہندوستان کا ملک تھا اور ساری مہذب دنیا پڑی ہوئی تھی ان میں تعلیم یافتہ لوگ بھی تھے، ایران بڑا تعلیم یافتہ بڑا مہذب تھا، یہاں کا طبقہ بہت اونچا تھا، روم بڑا تعلیم یافتہ بڑا مہذب تھا، ہندوستان بڑا تعلیم یافتہ مہذب تھا، یہاں کا طبقہ بہت اونچا تھا، یہاں علم ریاضی بہت ترقی کر گیا تھا، یہاں عقل اور دانائی کے کام کی باتیں بہت تھیں، مگر زمانے کے بگاڑ کے خلاف لڑنے کے لیے، اس کی کلائی موڑنے کے لیے اور اس کا رخ صحیح کرنے کے لیے کوئی میدان میں آنے کو تیار نہ تھا، بادشاہوں کو اپنے عیش سے فرصت نہ تھی وزیروں کو ملک لوٹنے اور اپنے گھر بھرنے سے فرصت نہ تھی، لشکروں کو انسانوں کو قتل کرنے اور قوموں کو پاؤں کے نیچے روندنے ملکوں کو اجاڑنے اور تاراج کرنے سے فرصت نہیں تھی،

عالموں، شاعروں کو بادشاہوں کو خوش کرنے سے اور ان کی خوشامد کرنے سے فرصت نہیں تھی، مصنفوں کو کتابیں لکھنے اپنے نام زندہ رکھنے کی کوشش کرنے اپنے علمی باتوں کا لطف لینے اور ان میں مست رہنے سے فرصت نہیں تھی، صوفیوں کو خدا کے نیک بندوں کو جو کہیں دو چار خال خال پائے جاتے تھے ان کو اللہ کے نام میں جو مزہ آیا اور لذت آئی انہیں اس مزے اور لطف سے فرصت نہیں تھی، اب بتاؤ کہ دنیا اس بگاڑ کے خلاف کون لڑتا اور کون انسانیت کی خبر لیتا اور کون زندگی کے چول صحیح جگہ پر بٹھاتا، اس کے لیے کوئی نہیں تھا،

زمانہ جاہلیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے ملک میں تشریف لائے، جو ملک علم اور تہذیب میں بہت پیچھے تھا، روم اور ایران سے تو کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا ان سے سینکڑوں برس پیچھے تھا، جہاں تک تعلیم اور پڑھنے لکھنے کا تعلق تھا، تو اس میں پڑھے لکھے آدمی اتنے کم تھے اور گنتی کے تھے کہ ساری قوم کو اللہ تعالیٰ نے خود عربی زبان میں یعنی اس ملک کی زبان میں کہا کہ یہ "ان پڑھ" ہیں "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا" جس نے کہ ان پڑھوں میں پیغمبر بھیجا تو "ان پڑھ" اور "ناخواندہ" یہ ان کا قومی لقب تھا، مالی حیثیت سے فقیر اور مفلس تھے، گوہ کا شکار کر کے کھا جایا کرتے تھے کیڑے مکوڑے کہیں کہیں کھا جایا کرتے تھے اور اگر دوپہر کو کھانا مل گیا تو رات کی خبر نہیں اور رات کو مل گیا تو دوپہر کی خبر نہیں جانوروں کو چراتے تھے، اونٹ کے گوشت زیادہ تر اونٹ کے دودھ پر ان کا گزارہ ہوتا تھا، اونٹ کے بالوں سے وہ اپنے کمبل اور خیمے بنا لیتے تھے اور ان میں رہتے تھے، جہاں سبزہ گھاس ہوتا وہاں جا کر خیمے یا جھونپڑے ڈال دیتے تھے یا یوں ہی پڑ جاتے تھے جو مل جاتا تھا وہ کھا پی لیتے تھے، اس کے بعد جب رات ختم ہوتی وہاں سے اٹھے اور خیمہ بدوش قوموں کی طرح دوسری جگہ جا پڑے وہاں سے دانہ پانی ختم ہوا تو اور کوئی جگہ تلاش کر کے چلے گئے اور ان کی مفلسی اور غریبی کا یہ حال تھا کہ قافلوں کو لوٹنا ان کا ذریعہ معاش تھا اور اس ظلم کو دیکھئے کہ بیچارے قافلے جن میں عورتیں بچے اور ضعیف ہوتے تھے حج کرنے یا تجارت کرنے کے لیے شام یا یمن جا رہے ہوتے بس کسی قبیلے نے ان پر حملہ کیا اور سارا کچھ لوٹ لیا، دو چار مہینے مزے اڑائے موجیں کیں اور اس کے بعد کسی اور قافلے کو تاکا اور لوٹا اس سے اپنا مطلب نکالا، یہ ان کی حالت تھی، اخلاق کا حال یہ تھا کہ ان کا کوئی اخلاق نہ تھا لڑکیوں کو زندہ درگور (زمین میں دفن) کر دیا کرتے تھے، شراب کے ایسے رسیا تھے اور ان کو ایسی دھت تھی کہ ان کی زبان میں شراب کے لیے سینکڑوں نہیں ہزاروں نام تھے اور شراب اتنی عام تھی کہ شراب بیچنے والوں کو تاجر کہا کرتے تھے، تاجر کے معنی قدیم عربی میں شراب بیچنے والے کے ہیں، شراب کی تجارت ہی اصل تجارت تھی اگر کوئی چیز عام طور پر بکتی تھی تو وہ شراب تھی، زنا کاری اور بدکاری کا ایسا رواج تھا کہ گھروں پر جھنڈے لگائے جاتے تھے کہ یہ اڈہ ہے یہاں آدمی آئے اور منہ کالا کرے، ان کے اندر نکاح کے علاوہ بھی اولاد پیدا کرنے کے کئی طریقے رائج تھے کہ میں اس وقت خدا کے گھر میں ان کو بیان نہیں کر سکتا، قرآن مجید نے اس دور کی تصویر کھینچ دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے اس زمانہ کا نام ہی جاہلیت رکھا گیا ہے یعنی تاریک زمانہ بے خبری وحشت وجہالت کا زمانہ، اللہ تبارک وتعالیٰ اس دنیا کا پیدا کرنے والا ہے اس نے دنیا تماشا دکھانے کے لیے پیدا نہیں کی اس نے اپنی عبادت کے لیے اور منشاء کے مطابق چلنے کے لیے بنائی ہے وہ صاف صاف فرماتا ہے۔ "خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ" الخ یعنی جس نے موت اور زندگی پیدا کی تاکہ تم کو آزمائے کہ تم میں سب سے اچھا عمل کرنے والا کون ہے وہ فرماتا ہے: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" میں نے جن اور انسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں اور میرے منشاء پر چلیں اور میرے حکم کے مطابق زندگی بسر کریں اور فرماتا ہے: "أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ" کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو فضول پیدا کیا ہے؟!

دنیا کی پیدائش کا مقصد

اللہ تعالیٰ جس کی نظر سے دنیا کبھی بھی اوجھل نہیں ہے، زمین کے نقشے پر نظر ڈالی تو اس کو دنیا کا یہ نقشہ بہت ناپسند آیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا پر نظر ڈالی تو کیا عربی اور کیا عجمی سب سے اس کو نفرت ہوئی، اس نے کہا کہ یہ کیا دنیا ہے جو میں نے بنائی ہے، دنیا والوں کو بنایا کس کام کے لیے لیکن یہ کچھ اور کام کرنے لگ گئے اب اس کی غیرت جوش میں آئی اس نے دنیا کی اصلاح اور ہدایت کا ارادہ فرمایا تو اس نے ملک عرب میں پیغمبر بھیجا وہ پیغمبر ایسا ہو جس کے ساتھ روح القدس کی طاقت اور آسمانی لشکر ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کو پیغمبر کے ذریعے ہدایت دیتا ہے مگر دنیا کی ہدایت کے لیے پیغمبر کے کام کو لے کر چلنے والے آدمی بھی چاہئیں۔

اب دنیا کی ہدایت کے لیے اس کی حالت بدلنے کے لیے دنیا میں انقلاب لانے کے لیے اس کا رخ شر سے خیر کی طرف لانے کے لیے کون اٹھتا ہے یہ تھا سوال! اس کی ہلاکت وبربادی سے ترقی اور امن وسلامتی کی طرف رخ موڑنے کے لیے کون سی جماعت کون سی قوم اور کونسا ملک سامنے آتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ایرانی بھی تھے، ہندوستانی بھی تھے، یونانی بھی تھے رومی بھی تھے، اور ساری دنیا پڑی ہوئی تھی مگر اپنی جان جوکھنے کے لیے اپنی مال اور اولاد کی بازی لگانے کے لیے دنیا کی کوئی قوم تیار نہ تھی کام بہت مشکل تھا۔

وقت کا تقاضا

میرے دوستو اور بزرگو! اس زمانے میں دنیا کے نقشے پر نظر ڈالو اس وقت دنیا میں بگاڑ اس حد تک انتہا دور پہنچ گیا تھا، اس کی جڑیں اتنی گہری، انسانیت کے جسم انسانیت کے دماغ اور اس کے دل کے اندر اس طرح پیوست ہو رہی تھیں کہ اس بگاڑ کو دور کرنے کے لیے معمولی کوششیں کافی نہ تھیں، آرام سے چلنا، تھوڑا تھوڑا وقت لگانا اپنی مصلحتوں اور فائدے کو بچا کر اپنی اولاد اپنے گھر بار کو دیکھنا اور دیکھ کر کے احتیاط سے کام کرنا، اس سے انسانیت کی یہ گاڑی دلدل میں پھنس گئی تھی، یہ نکلنے والی نہیں تھی جب بگاڑ انتہا کو پہنچ جاتا ہے، جب بیماری انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو معمولی کوشش اور معمولی دوا کام نہیں کرتی، اس وقت تو جان کی بازی لگا کر جان پر کھیل جانے کی ضرورت ہوتی ہے، فرض کرو تمہارے شہر میں سیلاب آگیا ہے (خدا تمہارے شہر کو محفوظ رکھے) یہ آپ کا رنگون دریا ہے یہ بڑھا اس کا پانی شہر رنگون اور اس کے محلوں میں پھیل گیا، کی عمارتیں ڈوبنے لگیں آدمی ڈوبنے لگے تو اب اس سے کام نہیں چلے گا کہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں لاؤ اور اطمینان کے ساتھ لوگوں کو نکالو، لوگ اپنے سب کام کرتے رہیں کارخانے والے کارخانے میں جاتے رہیں، مدرسے والے مدرسہ میں پڑھتے پڑھاتے رہیں، سینما کے تماشے بھی ہوتے رہیں، لوگ رات بھر میٹھی نیند سوتے رہیں، کھانے کے اوقات میں بھی کوئی فرق واقع نہ ہو، انسان کی زندگی کا جو ڈھانچہ ہے وہ بالکل اسی طرح سے برقرار رہے تو سیلاب کا مقابلہ اس طرح سے نہیں ہو سکتا اگر مثلاً خدا نخواستہ کسی گاؤں میں آگ لگ گئی ہو اور تیزی سے پھیل رہی ہو تو آرام آرام سے اس کو بجھانا، چھوٹی چھوٹی ٹینکیاں اور چھوٹے چھوٹے پیالے لے کر ان میں پانی ڈالنے کے لیے احتیاط سے نل کھولنا اور پھر آگ پر پانی اطمینان سے ڈالنا اس سے کام نہیں چلے گا جب آگ سارے گاؤں کو جلا کر کے خاکستر بنانے کے لیے تیار ہو اور ایسا نظر آ رہا ہو کہ اب چند گھنٹوں میں یہ گاؤں جل کر خاکستر ہو جائے گا اور مویشی آدمی مال اور جان سب کے سب ختم اور جل کر راکھ ہو جائیں گے تو اس وقت کھانا کھانے والے کھانا چھوڑ دیتے ہیں اس وقت کھیتی کرنے والے کھیت چھوڑ کر آ جاتے ہیں اس وقت دوکانوں پر بیٹھنے والے دوکانوں کو کھلا چھوڑ کر آگ بجھانے کے لیے کود پڑتے ہیں، اس وقت جو ماں اپنے بچوں کو

دودھ پلا رہی ہوتی ہے وہ بچوں کو پٹخ دیتی ہے اور دیوانوں کی طرح دوڑ پڑتی ہے، اس وقت بیمار اپنی بیماری کو نہیں دیکھتا اپنے بستر سے کود کر کے دوڑ آتا ہے وہ جانتا ہے کہ اگر یہ آگ ہمارے گھروں تک پہنچ گئی تو میں اس چارپائی پر پڑا پڑا جل کر خاک ہو جاؤں گا

وقت کا اہم ترین فریضہ!

اس وقت کا سب سے بڑا قانون اس وقت کا سب سے بڑا اخلاق اور اس وقت کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہوتا ہے کہ سارے کام بند کرو اور اس آگ کو بجھاؤ اور اگر یہ آگ تھوڑی دیر اور رہ گئی تو نہ کتب خانے باقی رہیں گے نہ مدرسے باقی رہیں گے، نہ خانقاہیں باقی رہیں گی، نہ ہی مسجدیں باقی رہیں گی۔

دوستو اس وقت دنیا میں بڑے تاجر تھے، بڑے پڑھے لکھے تھے بڑے مہذب تھے بڑا علم ان کے پاس تھا، بڑی اونچی اونچی دوکانیں تھیں ان کے بڑے ترقی یافتہ کاروبار تھے، تمام دنیا میں ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی ان کو کام کرنے کا بڑا سلیقہ تھا، اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی قابلیت دی تھی کہ ہزاروں میل کے رقبے اور ہزاروں میل کی لمبی چوڑی سلطنتوں کا وہ انتظام کر رہے تھے، وہ اگر اس حالت میں دنیا کی حالت بدلنے کے لیے کود پڑتے تو بہت کام کر سکتے تھے مگر وہ اس کے لیے تیار نہیں تھے، ان کو ان کی طرز زندگی نے ایسا جکڑ رکھا تھا اور ایسا غلام بنا رکھا تھا کہ وہ گویا اپنے ہی پنجرے میں گرفتار تھے، جیسے چڑیا اپنے پنجرے میں گرفتار ہوتی ہے اسی طرح وہ اپنے بنائے ہوئے پنجرے میں اپنے عیش اور تمدن کے پنجرے میں چڑیوں کی طرح بند تھے وہ اندر دبے ہوئے تھے مگر باہر نکلنے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا۔

اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے عرب کی اس نیم وحشی قوم کو جس کے پاس اخلاق کی کمی تھی، جس کے پاس تمدن کی کمی تھی، جس کے پاس دولت کی کمی تھی جس کے پاس تنظیم کی کمی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی برکت سے ان کے بہت سے آدمیوں کے دل میں ڈالا کہ یہ وقت بے نہ اور وں کو دیکھنا چاہئے نہ گھر بار کو نہ جائیداد کو دیکھنا چاہئے اور نہ کاروبار کو، نہ اپنی ذاتی ترقی کو نہ آرام کو، اس وقت انسانیت صدیوں سے پامال اور اجڑی ہوئی تھی، صدیوں سے اس کو لوٹا جا رہا، اس پر ظلم کیا جا رہا، اس وقت دنیا سے ہدایت بالکل گم ہو چکی تھی دلوں اور دماغ کی روشنی بالکل بجھ چکی تھی، بہت بڑی بڑی شمعیں جلائی جاتی تھیں، بڑی بڑی روشنی گھروں میں کی جاتی تھی مگر دل بالکل تاریک تھا، انسان انسان کو کھاتے چلا جا رہا تھا جیسے بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا جاتی ہے، اور طاقتور کمزور کو ہضم کر لیتا ہے۔ بادشاہ تمام دنیا کو لوٹ رہے تھے اور بے چارے غریب کسان اور کاشتکاروں کا طبقہ اپنی قسمت پر بیٹھا رو رہا تھا ان کو نان جویں بھی حاصل نہ تھیں جب کہ بادشاہ اور ان کے گھوڑے دودھ میں گویا نہا بلکہ غوطے لگا رہے تھے اور انسان جو اشرف المخلوقات ہے دانے دانے کو ترس رہا تھا اس کے علاوہ یہ پوری کی پوری نسل اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے محروم دنیا سے چلی جا رہی تھی اور یہ عاقبت سے بالکل بے خبر تھی اور یہ کہ ان لوگوں کی مٹی بالکل خراب تھی، ان کو معلوم نہ تھا کہ مرنے کے بعد کیا حال ہوگا انہوں نے مالک کو پہچانا نہ اس کا نام کبھی اپنی زبان سے لیا، اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو فکر دی اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دیا اور کہا کہ ہم حاضر ہیں ہم سے کام لیجئے ہمیں بالکل عذر نہیں ہے اور ہم مڑ کر اپنے گھروں کو نہیں دیکھیں گے، اپنی اولاد کو نہیں دیکھیں گے اپنے عیش وآرام کو نہیں دیکھیں گے ان میں جو امیر تھے اپنی عمارت چھوڑ کر اور جو غریب تھے اپنا جھونپڑا چھوڑ کر اور جو چھوٹے دوکاندار تھے اپنی دوکانیں چھوڑ کر جو بڑے کارخانہ دار تھے وہ اپنے کارخانے چھوڑ کر اور جو بڑے اعلیٰ درجے کے لباس پہنتے تھے اپنے لباس سے بے پرواہ ہو کر ہر طبقہ کے لوگ نکل آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ایک جماعت بنائی، جس کا نام امت مسلمہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام فرمانبرداروں اور کام کرنے والوں کو لے کر دنیا میں نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے اس بگاڑ کا مقابلہ کیا وہ آگ جو دنیا میں لگی ہوئی تھی، جو ساری انسانیت کو بھسم کرتی جا رہی تھی اس کو بجھانے کے لیے اپنی چھوٹی سی جماعت کو جھونک دیا، اور اللہ تعالیٰ کے وہ بندے بے سوچے سمجھے مخلصانہ انداز میں اس میں کود پڑے، انہوں نے کہا کہیں کوئی پرواہ نہیں اگر ہماری زندگی ہے تو پھر کھا پی لیں گے اور اپنے کاروبار کو دیکھ لیں گے، اس وقت ہم اس کے سوا کچھ نہیں کریں گے، اس وقت پوری کی پوری دنیا ہلاکت کے گڑھے کی طرف جا رہی تھی اور بالکل قریب پہنچ چکی تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا"

تم جہنم کے گڑھے کے بالکل کنارے پہنچ گئے تھے اور بس گرا چاہتے تھے ایک قدم آگے بڑھاتے تو جہنم کی بالکل تہہ اور گہرائی میں پہنچ جاتے، عین ایسی حالت میں یہ جماعت سامنے آگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت سے کام لینا شروع کیا یہاں تک کہ یہ حضرات ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے اور مدینہ طیبہ میں انصار حضرات جو مسلمان ہو گئے تھے ان کے ساتھ مل گئے اب ان دو حضرات، مہاجرین وانصار دونوں نے مل کر اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت کا بیڑا اٹھایا اور کام کرنا شروع کیا، اس وقت کچھ عرصے کے بعد جب مسلمانوں کو سانس لینے کا موقع ملا اور اسلام کو ترقی ہونی شروع ہو گئی اور لوگ اسلام قبول کرنے لگے تو حضرات انصار جو وہاں کے اصلی باشندے تھے وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں یہ آیا کہ ہم بہت دن سے اسلام کی خدمت کر رہے ہیں، ہم نے اپنے آپ کو بالکل قربان کر دیا ہے اپنے کاروبار وغیرہ سب کو مٹا دیا ہے، تو ذرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر چھٹی لیں اور اپنے کاروبار کو دیکھ لیں، کچھ دن دکانیں وغیرہ کھولیں گے دوکان جب چلنے لگے گی، کاروبار جب سنبھل جائے گا تو اس کے بعد ہم پھر حاضر ہو جائیں گے، ہم مستقل چھٹی نہیں لیتے دین کی خدمت سے ہم ریٹائرڈ نہیں ہوتے ہم صرف تھوڑے دنوں کی چھٹی لیتے ہیں اس کے بعد ہم حاضر ہیں، ہمیں کوئی عذر نہیں ہے۔

تم نے برا ہی کیا کیا؟

جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے۔ "ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" اور پھر ہم نے تم کو زمین پر جانشین بنایا تمہارے اگلوں کا تاکہ ہم دیکھیں تم کیا عمل کرتے ہو، آج اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہم کو اس زمانہ میں پیدا کیا، زمانہ بہت نازک بہت خراب لیکن کرنے والے ہر زمانے میں کرتے رہتے ہیں، جب سر پر تلوار لٹک رہی تھی اور کسی کو اپنی جان کا اطمینان نہیں تھا، اور کوئی سانس نہیں لے سکتا تھا، پوری دنیا اسلام میں بڑے بڑے پہاڑ دیکھے پڑے تھے اور بڑے بڑے بادشاہ کونوں میں پڑے ہوئے تھے اور کوئی میدان میں نہیں نکل سکتا تھا، اس وقت بھی اللہ کے بندوں نے نہ صرف یہ کہ دوسروں پر تبلیغ کی بلکہ تاتاریوں تک کو مسلمان کر لیا اب میرے دوستو اور بزرگو آج یہ برما کا ملک ہے ہمارے تمہارے لیے پڑا ہوا ہے، اللہ کی مخلوقات اور انسانوں کا ایک جنگل ہے جو تمہارے حوالے کیا گیا ہے تم جو اس ملک میں لائے گئے ہو یقین کرو کہ تم کھانے پینے کے لیے دکان کرنے کے لیے تجارت کو ترقی دینے کے لیے نہیں آئے، یاد رکھئے کہ ہمارے سورتی بھائی، ہمارے راندیر کے بھائی، گجرات کے بھائی، بمبئی کے بھائی، ہندوستان کے بھائی یوپی کے بھائی، پنجاب کے بھائی، جو یہاں آئے ہوئے ہیں، ہرگز اللہ تعالیٰ نے ان کو اس لیے نہیں بھیجا کہ یہاں آکر صرف کام کریں، صرف اپنا بیوپار کریں اور روپیہ کما کر کے یہاں سے چلے جائیں یا یہیں رہیں اور کھاتے پیتے رہیں ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ نے تم کو جانشین بنایا ہے ان نسلوں کا ان بندوں کا جنہوں نے دنیا میں ہدایت وتبلیغ کا کام کیا تھا اور آج اللہ تعالیٰ نے تم کو اتنا بڑا انسانی کارخانہ عطا فرمایا ہے تم کو اس ملک کا منتظم بنایا ہے، تم کو اس ملک کی امامت وہدایت کا کام سونپا گیا ہے، اس میں کروڑوں انسان بستے ہیں یہ پونے دو کروڑ انسانوں کی بستی ہے جس کو برما کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ تم کو دی ہے، اور کل آپ سے پوچھا جائیگا کہ "لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ" کہ تم نے یہاں کیا کیا! یہاں اپنی قوم میں اضافہ کرنے کے لیے بلکہ اللہ کے بندوں کو جہنم کے عذاب سے بچانے کے لیے اور اس جہالت اور اس حیوانیت کی زندگی سے نکالنے کے لیے اور اللہ کی روشنی اور ہدایت میں داخل کرنے کے لیے، ان کو جنت کا مستحق بنانے کے لیے، ان پر اللہ کی رحمت کے دروازے کھولنے کے لیے، ان کو خدا کا مقبول بندہ بنانے کے لیے، اور ان کو دنیا وآخرت کے خطرات سے بچانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تم کو اس ملک میں رکھا ہے اور دور دور سے تم کو یہاں بھیجا ہے اور تم تو سمجھتے تھے کہ ہم کمانے جا رہے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور ان کا منشا یہ تھا کہ تم یہاں آکر ہدایت وتبلیغ کا کام کرو آج حالت برعکس ہو رہی ہے کہ اٹھارہ بیس لاکھ کی مسلمانوں کی جو قوم ہے اسی کے ایمان کے لالے پڑے ہوئے ہیں، اسی میں ارتداد پھیل رہا ہے، ہم نے سنا ہے کہ یہاں بہت سے علاقوں میں بد دینی ہو رہی ہے، وہاں لوگ دین سے ہٹتے جا رہے ہیں، لوگ بدھ مذہب اختیار کرتے جا رہے ہیں، مسجدیں چھوڑ کر اور ان سے نکل کر بدھا پگوڈوں میں جا رہے ہیں بدھ مذہب اور عیسائی مذہب اختیار کر رہے ہیں

بقیہ صفحہ ۸ پر

عبادات میں اعتدال

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

اکثر مذاہب میں عبادت و ریاضت میں غلو کو دینداری کا معیار مانا جاتا ہے، اور روحانی تزکیہ و تطہیر کے لئے سخت قسم کے مجاہدات اور جسمانی مشقتوں بلکہ ایذا رسانی کو ضروری سمجھا جاتا ہے، اُن کے عباد و زہاد جسم و جان کو جیسی جیسی دردناک اذیتیں دیتے ہیں، اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں، سادھوؤں میں آج بھی اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ اور قدیم عیسائی راہبوں کے مجاہدات اور جسمانی اذیتوں کی تصویر لیکی کی تاریخ اخلاق یورپ میں دیکھی جا سکتی ہے۔

لیکن اسلام دینِ رحمت ہے، اس لئے اس نے فطرتِ انسانی کے مطابق عبادات میں بھی نرمی و سہولت کا لحاظ رکھا ہے، اور سخت مجاہدات کو ناپسند کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

ان الدین یسر فمن یشاد الدین الا غلبه۔

دین آسان چیز ہے، جو شخص خود اس میں سختی کرے گا، تو وہ اس پر مسلط ہو جائے گی۔

اس لئے آپ عبادت میں غلو اور تشدد کو ناپسند فرماتے تھے، اور صحابہ کرام کو اس سے روکتے تھے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ و بن العاص بڑے عابد و زاہد بزرگ صحابی تھے ان کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گذرتا تھا، رات بھر نمازیں پڑھتے تھے۔ اور ان کو مسلسل روزے رکھتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے ان سے فرمایا، مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم دن بھر روزہ رکھتے اور ساری رات نمازیں پڑھتے ہو، ایسا نہ کرو، روزہ بھی رکھو افطار بھی کرو، نمازیں بھی پڑھو اور سو و بھی، اسلئے کہ تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے تمہارے جسم کا بھی حق ہے، تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہارے اہل و عیال کا بھی حق ہے، عبد اللہؓ نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ مشقت برداشت کرنے کی طاقت ہے فرمایا تو خیر اصوم داؤد رکھا کرو، عبد اللہؓ نے پوچھا وہ کس طرح فرمایا وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے ایک دن افطار کرتے تھے، یہ بہترین روزہ ہے، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں، اور یہ روزہ دائمی روزہ کے برابر ہے، ایک روایت میں ہے کہ رات بھر نمازیں پڑھنے اور دن بھر روزہ رکھنے سے آنکھیں اور نفس تھک جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت و شفقت کے خیال سے لوگوں کو صوم وصال یعنی مسلسل روزہ رکھنے کی ممانعت فرما دی تھی، کچھ لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو مسلسل روزے رکھتے ہیں، فرمایا میں تم لوگوں کے جیسا نہیں ہوں مجھ کو میرا رب کھلاتا پلاتا ہے۔

یعنی عام لوگ پیغمبر کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس سے بعض لوگوں نے یہ مستنبط کیا ہے کہ جن لوگوں میں عبادات شاقہ کی طاقت ہو، ان کو اس کی اجازت ہے لیکن اجازت اور مذہبی فرض سمجھنے اور عبادت شاقہ کو اپنے اوپر لازم کرنے میں بڑا فرق ہے اس ممانعت کی آپ نے حکیمانہ توجیہ فرمائی ہے۔

اِعملوا ما کلفتم فان اللہ لا یملوا حتی تملوا،

جن باتوں کی تمکو تکلیف دی ان پر عمل کرو (اپنی طرف سے تشدد نہ کرو) کیونکہ خدا تو ثواب دینے سے نہیں تھکتا البتہ تم خود (تشدد سے) تھک جاؤ گے

حضرت عبد اللہ بن عمروؓ بن العاص کو تلاوت قرآن سے بھی بڑا شغف تھا، مہینہ میں کئی کئی مرتبہ قرآن ختم کر ڈالتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بھی روکا، اور فرمایا، ایک مہینہ میں ایک قرآن ختم کیا کرو، عبد اللہؓ نے عرض کیا مجھ میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت ہے، فرمایا: تو بیس دن میں، عبد اللہؓ نے پھر وہی عرض کیا اس طریقے سے کم کرتے کرتے، سات دن مقرر فرمائے اور آخر میں فرمایا، اس سے زیادہ کی اجازت نہیں ہے ایک روایت میں ہے کہ جو شخص تین دن سے کم میں قرآن ختم ہے وہ اس کو سمجھ کر نہیں پڑھ سکتا ہے

حضرت ابو درداء انصاریؓ بڑے عابد و زاہد بزرگ تھے، ان میں اور حضرت سلمانؓ فارسی میں مواخاۃ تھی، ایک مرتبہ حضرت سلمانؓ فارسیؓ ان سے ملنے کے لئے ان کے گھر گئے، تو ان کی بیوی کو بہت خستہ حال دیکھا پوچھا، یہ کیا صورت بنا رکھی ہے، انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی دنیا سے بالکل بے نیاز ہو گئے ہیں، اب ان کو ان چیزوں کی ضرورت باقی نہیں رہی، حضرت ابو درداءؓ جب گھر آ گئے تو سلمانؓ کو خوش آمدید کہا، اور ان کے لئے کھانا منگایا، مگر خود معذرت کی کہ میں روزے سے ہوں، سلمانؓ نے قسم کھائی کہ جب تک تم نہ کھاؤ گے میں بھی نہ کھاؤں گا پھر رات کو ابو درداءؓ کے قریب ہی سوئے، جب وہ عبادت کے لئے اٹھے تو سلمانؓ نے روکا، اور کہا کہ تم پر تمہارے رب کا بھی حق ہے تمہاری بیوی کا بھی حق ہے اور تمہارے جسم کا بھی حق ہے تم کو ان سب کے حقوق ادا کرنے چاہئیں، صبح کو دونوں بزرگوں کو نے مسجد نبویؐ میں نماز پڑھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آپ نے ابو درداءؓ سے فرمایا کہ سلمانؓ نے ٹھیک کہا، وہ تم سے زیادہ دین میں سمجھ رکھتے ہیں اپنے گھر والوں کو بھی عبادت شاقہ سے منع فرماتے تھے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے، تو دو ستونوں کے درمیان ایک رسی تنی ہوئی دیکھی، پوچھا یہ کیا ہے، حضرت انسؓ نے عرض کیا، زینب نے یہ رسی تانی ہے، ان کو جب نماز تہجد میں کسل معلوم ہوتا ہے، تو اس کو پکڑ لیتی ہیں فرمایا: اسکو کھول دو، نماز اسی وقت تک پڑھنا چاہئے جب تک نشاط رہے، جب کسل معلوم ہو بیٹھ جانا چاہئے۔

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میرے پاس بنی اسد کی ایک عورت آئی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا یہ کون ہے، میں نے کہا فلاں عورت ہے، یہ رات کو نہیں سوتی، رات بھر نمازیں پڑھتی ہے، آپ نے فرمایا اتنی عبادت کرنی چاہئے جتنی طاقت ہو، کیونکہ خدا نہیں تھکتا، یہاں تک کہ تم خود تھک جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت میں لوگوں کی سہولت کا اتنا خیال تھا کہ نماز باجماعت میں طویل قرأت ناپسند فرماتے تھے، اور یہ عام ہدایت تھی کہ جو شخص امامت کرتا ہو، اس کو ہلکی نماز پڑھانی چاہئے کیونکہ جماعت میں کمزور بیمار، سن رسیدہ ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں، تنہا جتنی طویل نماز چاہے پڑھے۔

ایسی طویل نمازیں پڑھانا سخت ناپسند فرماتے تھے جن سے مقتدیوں کو تکلیف اور شکایت ہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ میں نماز فجر میں اس لئے دیر سے آتا ہوں کہ فلاں شخص بڑی طویل نماز پڑھاتا ہے، یہ سن کر آپ اس قدر سخت برہم ہوئے کہ میں نے اتنا برہم ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا، اور فرمایا: تم میں لوگوں کو وحشت دلانے والے بھی ہیں، جو شخص امامت کرتا ہو، اس کو مختصر نماز پڑھانی چاہئے، کیونکہ اس کے پیچھے کمزور، بوڑھے، ضرورت والے ہر قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاریؓ کا بیان ہے کہ ایک کاشتکار نے معاذ بن جبلؓ کے پیچھے عشاء کی نماز پڑھی، انہوں نے سورہ بقرہ یا نساء پڑھی، کاشتکار نماز چھوڑ کر چلا گیا، معاذ بن جبلؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اس کو برا بھلا کہا، اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی، آپ سخت برہم ہوئے۔ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے تین مرتبہ فرمایا:

"انت فتان یا معاذ، معاذ کیا تم لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کر دو گے۔ تم نے "سبح اسم ربک الاعلی" "والشمس وضحٰها" اور "واللیل اذا یغشی" کیوں نہ پڑھی، کیونکہ تمہارے پیچھے، بوڑھے کمزور، اور ضرورت والے ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں"

اس طرح حج میں خود ساختہ مشقتوں کو ناپسند فرماتے تھے، ایک مرتبہ آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص جس میں چلنے کی طاقت نہیں ہے، اپنے بیٹوں کے سہارے پیدل چل رہا ہے، آپ نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے پا پیادہ حج کرنے کی منت مانی ہے، آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کے اپنے نفس کو اذیت دینے سے بے نیاز ہے، اور اس کو سواری پر جانے کا حکم دیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ قربانی کے جانور لئے جا رہا ہے، خود تھکا ہوا معلوم ہوتا ہے، فرمایا: اس پر سوار ہو جاؤ، اس نے کہا یہ قربانی کے جانور ہیں، فرمایا سوار ہو جاؤ قربانی ہی کے جانور سہی۔

اس بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ یہ تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین جماعتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولاتِ عبادت کو پوچھنے کے لئے ازواج مطہرات کے گھر وں پر آئیں، معمولات معلوم کرنے کے بعد اپنے نزدیک ان کو کم سمجھا، اور کہا ہمارا رسولؐ کا کیا مقابلہ ہے،

(بقیہ ص ۱۵ پر)

اسلام سے عداوت کیوں؟

مولانا واضح رشید ندوی - ایڈیٹر "الرائد"
ترجمہ: محمد فضل الرحمان عالیہ ثانیہ شریعہ

آجکل جو مسئلہ ہندوستان کے اکثر صحافیوں، اہل قلم اور قائدین کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے وہ بنگلہ دیش اور پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ اور ملک کو اسلامی جمہوریہ میں تبدیل کرنے کا فیصلہ ہے۔ اس اعلان کو ہندوستان کے علاوہ دوسرے ملکوں کے سیاسی حلقوں نے بھی اہمیت دی، اور اس کوشش کو بنیاد پرستی، تہذیب دشمنی اور اقلیت دشمنی قرار دیا۔ پاکستان اور بنگلہ دیش ایک غیر اسلامی مملکت کے پڑوسی ہیں، اسلئے ہندوستان کا کہنا ہے کہ اس اقدام سے اس پر اثر پڑے گا، اسی نقطۂ نظر سے ہندوستان نے افغانستان میں اسلام پسندوں کی حکومت میں شرکت کی مخالفت کی چنانچہ اس موضوع پر ہندوستان کی پارلیمنٹ میں بحث ہوئی اور اس فیصلہ کی نہ صرف حزب مخالف کے لیڈروں نے مخالفت کی بلکہ حکمراں جماعت کے ممبروں نے بھی مخالفت کی اور اس پر مختلف سطح سے بحث ہوئی۔

بنگلہ دیش میں غیر اسلامی حلقوں نے صدر ارشاد کے اعلان کے خلاف مظاہرے کئے، ان مظاہروں میں ہندو، عیسائی اور بدھشٹوں نے حصہ لیا اور سیاسی پارٹیوں نے ان کے ساتھ تعاون کیا۔ ان میں سر فہرست مسز حسینہ واجد کی پارٹی عوامی لیگ ہے جو سیکولر نظام حکومت کی حامی ہے، اسی طرح کمیونسٹ عناصر نے سخت مخالفت کی، یہی صورتحال پاکستان میں بھی پائی جاتی ہے۔

ہندوستان کی اس تشویش کا اندازہ ٹائمس آف انڈیا کے ۱۴ مئی ۱۹۸۸ء کے افتتاحیہ سے کیا جا سکتا ہے وہ لکھتا ہے کہ ملک کو اسلامی اسٹیٹ بنانے کی وجہ سے ہند و بنگلہ دیش کے تعلقات متاثر ہوں گے اس نے مزید لکھا ہے کہ ملک میں اسلامی شریعت کا نفاذ غیر مسلم اقلیت پر خاص طور پر اثر انداز ہوگا اور عورتیں بھی اس سے متاثر ہوں گی چنانچہ اس نے خواتین کی تنظیموں سے اس کی مخالفت کی اپیل کی کیونکہ مذکورہ اخبار کے مطابق اس سے عورتوں کے حقوق سلب ہوں گے اس کے علاوہ اخبارات نے اس فیصلہ کے خلاف ہونے والے مظاہروں کی خبریں بڑی اہمیت سے شائع کیں۔

یہاں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک ایسے ملک میں اسلامی قانون کے نفاذ کی وجہ سے تشویش کا اظہار کیا جا رہا ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور اقلیتوں کا تناسب مجموعی اعتبار سے ۱۲ فیصد سے زائد نہیں ہے اور صدر ارشاد بار بار اس کا یقین دلا رہے ہیں کہ اس کا اثر غیر مسلم اقلیت پر نہیں پڑے گا۔ اس کے مقابلہ میں خود ہندوستان میں اقلیتوں کا تناسب سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۰ فیصد سے زائد ہے۔ جو فرقے اپنے کو ہندو کہلانے سے کتراتے ہیں اگر ان کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو یہ تناسب دوگنا ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اکثریت کے رنگ میں رنگ جانے کا مطالبہ روز اول سے کیا جا رہا ہے۔ اور ہندو تنظیموں کے لیڈر ان سے قومی دھارے میں شامل ہونے پر اصرار کرتے ہیں۔ اور صراحت کے ساتھ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر وہ ہندو ثقافت کو اختیار نہیں کرتے اور اپنے امتیاز و تشخص کو ختم کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے تو پھر ان کو ملک خالی کر دینا چاہئے۔ ان مطالبات پر ان علیحدگی پسند قائدین کی کوئی گرفت نہیں کی جاتی۔

عیسائیت اور اسلام مخالف تحریکیں یہاں سرگرم عمل ہیں، ذہنیت کو پروان چڑھانے کیلئے تعلیم اور ذرائع ابلاغ میں تبدیلی لائی جا رہی ہے اس کا ثبوت اسکول کی کتابیں ہیں جو اسلام اور تاریخ اسلام کے خلاف زہریلے مواد سے بھری پڑی ہیں، ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام اس طرح ترتیب دیئے جاتے ہیں کہ وہ صرف اکثریتی طبقہ کی نمائندگی کریں ان کی مقدس کتابوں سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ اور وقتاً فوقتاً یونیفارم سول کوڈ کا بھی مطالبہ کیا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ سب ملک کو ایک ہندو ریاست میں بدلنے کا عمل ہے۔ اس کی تائید معتدل ہندو لیڈروں کے نظریات سے بھی ہوتی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس ملک کی اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ لہٰذا قومی دھارا اسی فکر و تصور سے ماخوذ ہو اور قوانین کی اساس بھی وہی تصور ہو۔ ہندوانہ تہذیب و ثقافت کو تربیت کا رنگ دیا گیا ہے۔ اور ایک ایسا نصاب تیار کیا گیا ہے جو ایک خاص طبقہ کی برتری پیش کرتا ہے اور عام و خاص حالات میں اس کو رہنما بتاتا ہے اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ دوسری اقلیتوں کا تناسب تمام شعبہائے زندگی میں محدود ہوتا جا رہا ہے۔

ملک میں یہ تبدیلی بتدریج ۱۹۴۷ء کے منصوبہ کے تحت آئی ہے۔ ایک سیاسی رہنما نے ایک موقع پر کہا کہ ان کا منصوبہ یہ ہے کہ آنے والی نسل قدیم ہندوانہ تہذیب میں رنگ جائے، اس کی زبان و ثقافت اور افکار کو بدل دیا جائے، اس کو اس کے ماضی سے جدا کر دیا جائے۔ یہ بات پہلے صرف دلوں میں تھی لیکن اب بعض لیڈر صاف صاف کہنے لگے ہیں کہ اس ملک کو ہندو ریاست میں تبدیل کر دینا چاہئے جس کے لئے مختلف تحریکیں سرگرم عمل ہیں، تجربہ کار لیڈر جن کی مستقبل پر نظر ہے وہ اس نظریہ کی کھلی وکالت نہیں کرتے اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ مقصد بغیر اعلان کے حاصل ہو تو اعلان کی کیا ضرورت ہے اس سے دشمنی بڑھے گی اور کوئی خاص فائدہ نہیں ہوگا۔

اس کے برعکس پڑوس کی اسلامی مملکت میں اسلام کا نام ضرورت سے زیادہ لیا جاتا ہے جس کے لئے کوئی عملی اقدام ابتک نہیں کیا گیا۔ وہاں زبان و ثقافت کا کوئی مسئلہ نہیں ہے اور نہ ہی دین و عقیدہ سے پھر جانے کا خطرہ ہے۔ اس اعلان کا مقصد ملک کو متحد کرنا اور قوم کی نگاہوں کو ان خطرات سے آگاہ کرنا ہے جو اس کی سلامتی کیلئے خطرہ بنی ہوئی ہیں۔ اس اعلان سے اقلیتوں کیلئے کوئی خطرہ نہیں ہے وہاں اقلیتوں کی زبان اور ثقافت کے خلاف کوئی تحریک نہیں ہے اور نہ یونیفارم سول کوڈ کی کوئی دعوت ہے اسکے باوجود اس کے خلاف ایک طوفان برپا ہے کیونکہ اسلام فی نفسہٖ غیر اسلامی ثقافت کے لئے خطرہ سمجھا جاتا ہے گویا کہ وہ ایک راکٹ ہے جس سے غیر اسلامی قلعے لرزنے لگتے ہیں۔ یہ خوف اس لئے ہے کہ اسلام کا باقاعدہ نفاذ کسی ملک میں نہیں ہوا ہے اور اسلام جو معاشرہ بنانا چاہتا ہے وہ معاشرہ قائم نہیں ہے۔ اگر واقعی قوانین اسلامی کا نفاذ ہو جائے، اسلامی معاشرہ کا وجود ہو جائے حق کو تفوق حاصل ہو جائے، عدل و انصاف کا دور دورہ ہو، ظلم و زیادتی ختم کر دیئے جائیں، قوم کی عزت و وقار ماضی کی طرح بحال کر دیئے جائیں، غیر مسلم اپنی آنکھوں سے اسلام کی قیادت اور انسان کی عزت و وقار کو دیکھیں، امانتداری، عدل و انصاف، سچائی و راست بازی، دین کیلئے موت سے عشق اور ذمہ داری کے احساس کا مشاہدہ کر لیں تو دنیا کا حال اسی طرح ہو جائے گا جیسا کہ قرآن کی ان آیات میں بیان کیا گیا ہے

"جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا"

"حق آیا اور باطل گیا گزرا ہوا اور واقعی باطل چیز یونہی آتی جاتی رہتی ہے۔"

اور "ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین"

اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور خود بھی نیک عمل کرے اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

اسلامی قیادت کی غلطی یہ ہے کہ وہ اسلام کا اعلان کرتی ہے اسلام کو نافذ نہیں کرتی، لہٰذا اس کے خلاف رد عمل ظاہر ہوتا ہے، اسلام دشمن طاقتیں اس کیخلاف کھل کر سامنے آ جاتی ہیں۔ قیادت کی یہ غلطی سوڈان اور پاکستان میں ہو چکی ہے انکی کوششیں رائیگاں گئیں۔ ان کو اپنے منصوبہ کے متعلق سخت اقتصادی، سیاسی دباؤ اور دھمکی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اندیشہ ہے کہ کہیں صدر ارشاد کو بھی انہی حالات کا سامنا نہ کرنا پڑے جس کی وجہ سے ان کو اس عمل سے دستبردار ہونا پڑے۔

مناسب طریقہ عمل یہ تھا کہ اسکے لئے ایسی فضا تیار کی جائے جو معاشرہ اور سرکاری شعبہ جات میں ایسی تبدیلیاں لائے جو اسلامی تصور کے مطابق ہو نیز نظام تعلیم ذرائع ابلاغ اور اقتصادی نظام میں اصلاح کی جائے اور عام معاشرہ میں بے راہ روی کو روکنے کیلئے اقدامات کئے جائیں اور قائدین و حکام عوام کے لئے بہترین اسوہ ثابت ہوں نیز ان مسائل کا حل نکالیں جو ملک کے عقائد میں وحدت کیلئے خطرہ بنے ہوئے ہیں اس طرح ملک ایک اسلامی ملک کی شکل میں عملی طور پر نیز اقلیتوں اور پڑوسی ملکوں کے رد عمل کے بدل سکتا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ صدر ارشاد کے اس فیصلہ کے بعد ملک کے اندر اور باہر ان کے خلاف ایک طوفان برپا ہو گیا ہے۔ یہاں پر ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اپنے فیصلہ کی حقانیت ثابت کر دیں۔

(بقیہ ص ۱۲ پر)

اسلام آباد کی فیصل مسجد

مارگلہ کی پہاڑیوں کے دامن میں تعمیر شدہ فیصل مسجد اسلام آباد کے حسن میں ایک ایسا اضافہ ہے جس کی تعریف الفاظ میں ممکن نہیں ابھی اس مسجد کا رسمی افتتاح تو نہیں ہوا تاہم جمعہ کے روز سے یہاں نماز پنجگانہ کا اہتمام اسلام آباد کی مختصر تاریخ میں ایک اہم باب کا اضافہ ہے۔

مسجد کے پہلو میں واقع بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اور ایک عظیم لائبریری جہاں امت مسلمہ کے اتحاد یکجہتی کی علامت ہیں وہاں فن تعمیر کی بلندیوں اور جمالیاتی ذوق کا حسین ترین نمونہ بھی پیش کرتی ہیں۔ یہ مسجد جدید تعمیراتی رجحانات کی عکاسی کرتی ہیں۔

۱۹۵۹ء میں وفاقی دارالحکومت کے ماسٹر پلان میں ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر کا منصوبہ شامل کیا گیا ہے مسجد کے لئے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ وہ شاہراہ اسلام آباد اور مارگلہ کی پہاڑیوں کے سنگم پر واقع ہے۔

۱۹۶۶ء میں جب سعودی عرب کے فرمانروا عزت مآب مرحوم شاہ فیصل نے اسلام آباد کا دورہ کیا تو انہیں اسلام آباد کے منصوبے کی تفصیلات سے آگاہ کرتے ہوئے اس مسجد کے لئے مخصوص جگہ کے بارے میں نشاندہی کی گئی۔ اس حسن انتخاب سے متاثر ہوکر انہوں نے اس عظیم الشان مسجد کی تعمیر کے تمام تر اخراجات برداشت کرنے کا ذمہ اٹھایا، ان کے اس عظیم جذبے کو سراہتے ہوئے حکومت پاکستان نے اس مسجد کو ان کے نام پر فیصل مسجد رکھنے کا فیصلہ کیا۔ شاہراہ اسلام آباد کا جو حصہ زیرو پوائنٹ سے مسجد تک پھیلا ہوا ہے اسے بھی فیصل ایونیو کے نام سے موسوم کیا گیا ہے

۱۹۶۹ء میں فیصل مسجد کے ڈیزائن کے لئے بین الاقوامی مقابلہ منعقد کروایا گیا، اس مقابلہ میں صرف مسلم ماہرین تعمیرات ہی حصہ لے سکتے تھے۔ ترکی کے ماہر تعلیم جناب ویدات دلوکے (VEDAT DALLOKAY) کا ڈیزائن بہترین قرار دیا گیا۔ پاکستانی انجینئر اور کارکن اس عظیم منصوبے کی تکمیل کے لئے عمل پیرا ہے۔

مسجد کا سنگ بنیاد اکتوبر ۱۹۷۶ء میں عزت مآب مرحوم شاہ خالد نے رکھا۔ مسجد کا رقبہ ۵۰۰۷,۱۸۹ مربع میٹر ہے۔ اور اس کے ہال میں ۱۰۰۰۰ افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ تاہم صحن اور ملحقہ لانوں میں دو لاکھ نمازیوں کی گنجائش موجود ہے۔ یونیورسٹی بلڈنگ کی پہلی منزل کی چھت مسجد کے صحن کا کام بھی دیتی ہے۔

مرکزی نماز ہال چار بڑے گارڈوں پر مشتمل ہے جن میں سے ہر ایک کے دو دو حصے ہیں۔ یہ گارڈر کی اونچائی پر ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ دوسری سلیب کا چھت تقریباً دار اور کراس بیموں کے ذریعے وزن کو گارڈر کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس ہال میں بیک وقت دس ہزار نمازیوں کی گنجائش ہے۔ تمام دیواروں کا ڈیزائن انتہائی خوبصورت ہے خاص طور پر قبلہ کے رخ بنے والی دیوار جس پر ترکی سے ملنے والی زنگار رنگ ٹائلیں لگی ہوئی ہیں۔ اور ان پر کلمہ طیبہ کندہ ہے۔

مرکزی نماز ہال میں ایک فانوس لگایا گیا ہے جس نے ہال کی خوبصورتی کو چار چاند لگا دیئے ہیں اسمیں المونیم کی ٹیوبیں لگائی گئی ہیں جن پر سونے کا پانی چڑھایا گیا ہے اس کی بیرونی حلقے میں بجلی کے ایک ہزار بلب لگائے گئے ہیں فانوس کا وزن ۶.۵ ٹن ہے۔

خواتین کی گیلری نماز ہال کے اندر اونچائی پر بنائی گئی ہے جس کی مشرقی دیوار پر کالا زیبرا سنگ مرمر لگایا گیا ہے مزید برآں اس میں سفید سنگ مرمر کی ایک خوبصورت ریلنگ لگائی گئی ہے جسے یونان سے درآمد کیا گیا ہے۔ خواتین کی گیلری میں ۱۵۰۰ خواتین نماز ادا کر سکتی ہیں۔

مرکزی نماز ہال کے کونوں پر بنائے گئے چار مینار مسجد کی شان شوکت کو دوبالا کرتے ہیں۔ ہر مینار کی بلندی ۲۸۵ فٹ ہے، زائر گیلری تک جانے کے لئے اس کے اندر لفٹ اور سیڑھیوں کی سہولت موجود ہے زائر گیلری زمین کی سطح سے ۱۹۰ فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ زائرین اس گیلری سے اسلام آباد کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ ہر مینار کی چوٹی کو سنہری ہلال سے مزین کیا گیا ہے وسیع و عریض صحن میں خوبصورت گو بنائٹ لگایا گیا ہے یہ گو بنائٹ ہجری ... کے پہلے روز یعنی یکم محرم ۱۴۰۱ھ (۱۱ نومبر ۱۹۸۰ء) سے ہی رکھ دی گئی تھی۔ جب اسلامی یونیورسٹی کے قیام کے لئے آرڈیننس جاری کیا گیا تھا اور اس نے فیصل مسجد کے علاقے میں کام شروع کر دیا تھا

فیصل مسجد کمپلکس میں ایک شاندار لائبریری بھی ہے۔ اس لائبریری میں نہ صرف تمام اسلامی موضوعات بلکہ دوسرے روایتی اور جدید علوم پر کتابوں کا ایک عظیم ذخیرہ موجود ہے اگرچہ لائبریری حال ہی میں قائم کی گئی ہے لیکن لائبریری ۶۲۰۰۰ کتابیں موجود ہیں، دوسرے دو ملحقہ انسٹی ٹیوٹس، اسلامی تحقیقات انسٹی ٹیوٹ، و اسکول برائے اقتصادیات میں ۷۵۰۰ کتابیں اخبارات اور رسائل موجود ہیں۔ کتابوں کا یہ گرانقدر ذخیرہ کسی حد تک نہ صرف اسلام آباد و راولپنڈی کے جڑواں شہروں بلکہ ملک کے دوسرے شہروں کے علم کے متلاشی افراد کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ یہ لائبریری دوسرے مسلمان ممالک سے سیکڑوں طلباء کو بھی کتابیں فراہم کرتی ہے جو اس کے مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کرنے کیلئے آتے ہیں۔

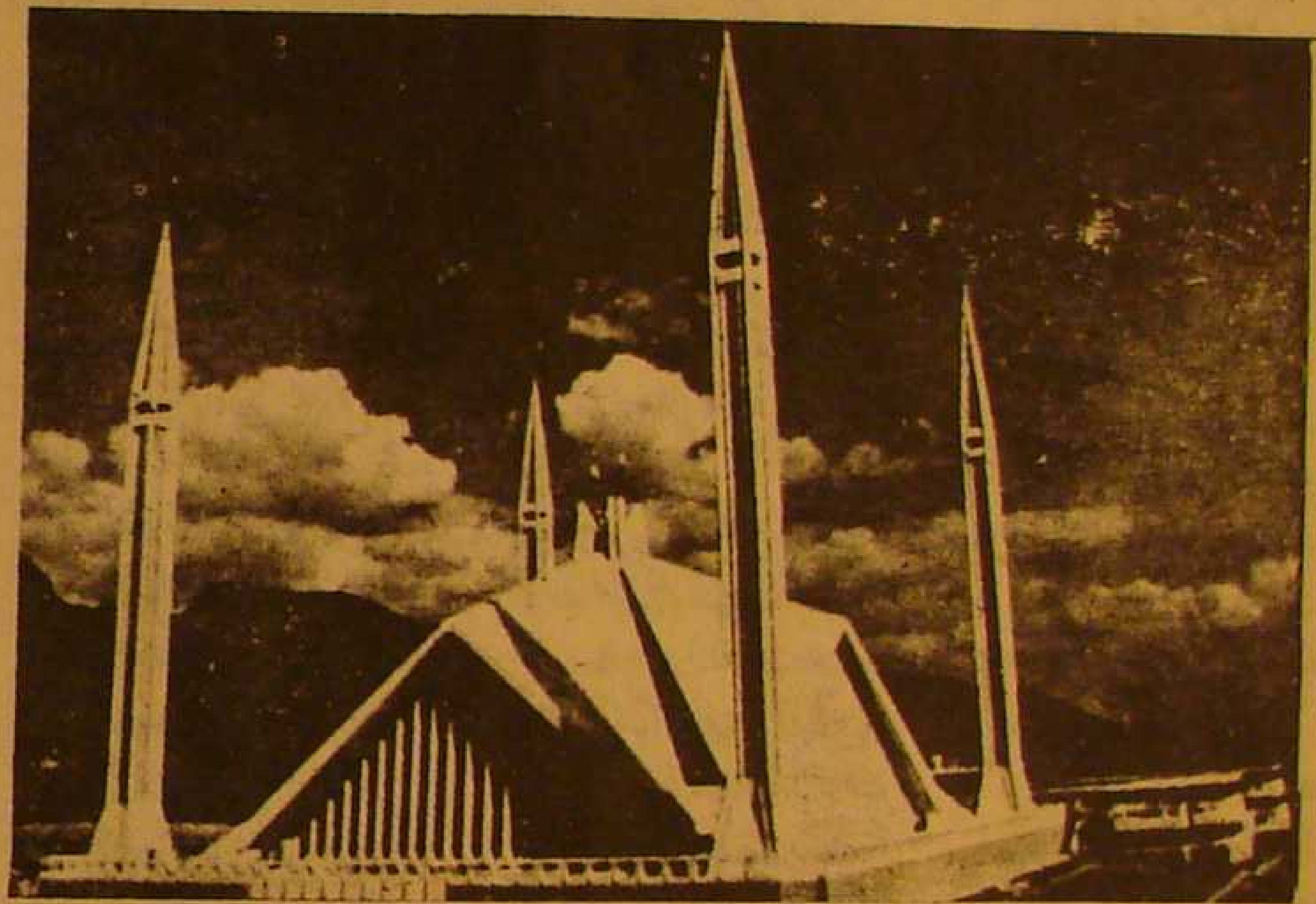

بقیہ: عالم اسلام

اس مسئلہ پر تضاد رہا کہ پاکستان میں سات مجاہدین گروپس کی پوزیشن کیا ہے جو مسٹر کارڈوز کے ساتھ تعاون کے لئے تیار نہیں ہے وہ بھی یہ ایک ایسے وقت میں ہوا ہے جبکہ عبوری حکومت کی پندرہ رکنی کابینہ کا اعلان کیا گیا ہے جو اتحاد افغانستان میں بہت جلد قائم کرنا چاہتا ہے کوئی وزیر ایک سرگرم فیلڈ کمانڈر نہیں رہا۔ اور صدر اور نائب صدر کے عہدوں کے علاوہ ۱۲ قلمدان سات پارٹیوں کے سینئر سیاسی افسروں نے احتیاط کے ساتھ آپس میں بانٹ لئے ہیں نیویارک جانے سے پہلے مسٹر حق نے یہ وارننگ دی ہے کہ اگر اتحاد ایک حل اور ملک کیلئے سیاسی پروگرام تیار نہ کرے تو افغانستان میں جو کچھ ہو رہا ہے ان پر اختیار کھو دے گا۔ میرا دل جنگ سے بھر گیا ہے ہم انسان ہیں قاتل نہیں

گذارش

خط و کتابت نیز منی آرڈر کرتے وقت اپنا خریداری نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں خریداری نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں کم سے کم جس نام سے آپ کا رسالہ جاری ہے اس کی وضاحت فرمائیں۔ چیک سے رقم نہ روانہ کریں صرف ڈرافٹ سے روانہ کریں۔ اور اسی نام سے بنائیں۔ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں شکریہ

SECRETARY,
MAJLIS SAHAFAT-WA-NASHRIYAT,
LUCKNOW 226 007

بقیہ: صفحہ

اپنے دین کو بالکل بھولتے جا رہے ہیں، آپ پر دوہری ذمہ داری ہے، ایک ذمہ داری اپنے بھائیوں کی اس اٹھارہ بیس لاکھ قوم کی اور ایک ذمہ داری اپنے ان برادران وطن کی جو وہ اور آپ ایک ہی پانی سے پیاس بجھاتے ہیں، ایک ہوا میں سانس لیتے ہیں ایک زمین پر چلتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کو اس ملک میں رکھا ہے، ایک ایک بندے کے متعلق آپ سے سوال ہوگا، ایک ایک مسلمان سے متعلق اللہ تعالیٰ آپ سے سوال کرے گا کہ ہم نے تمہیں وہاں پیدا کیا تھا، ہم نے تمہیں وہاں بھیجا تھا، ایمان کی دولت نصیب کی تھی، کھانے کے لیے پیٹ بھرنے تک کا سامان دیا تھا، ہاتھ پاؤں دیئے تھے صحت دی تھی، تندرستی دی تھی، تم نے کیا حق ادا کیا! میرے دوستو! یہ تم ایک دار الامتحان میں ہو، تم امتحان گاہ میں ہو، آج تم نہیں سمجھ رہے ہو لیکن کل روز قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھاؤ گے، جب تم آپ کے سامنے آؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہاری پیشی ہوگی اور اس وقت تمہیں معلوم ہوگا اور تم سے حساب ہوگا اس وقت کا اس جگہ کا اور یہاں کے انسانوں کا، تم سے حساب طلب کیا جائے گا کہ تم صرف اس لیے تھے کہ کارخانے قائم کرو، آمدنی میں اضافہ کرو اور ہمیں فرصت نہ ہو کسی وقت کمانے سے۔

سب سے بڑی عقلمندی

یہاں جو سب سے بڑی عقلمندی

سب سے زیادہ ضروری اور پہلا کام ہے اور اس وقت جو وقت کا فریضہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں دین کے لیے محنت کرلو، سب سے بڑی یہاں کی سیاست یہی ہے، سب سے بڑی یہاں کی معرفت یہی ہے، سب سے بڑی یہاں کی حکمت یہی ہے، اس ملک میں ایک مرتبہ طے کر لو کہ دس بیس برس اسلام کو پھیلانا ہے اور یہاں مسلمانوں کے عقیدے اور اسلام کی حفاظت کرنی ہے اگر آپ کا یہ بدھسٹ اسٹیٹ بن گیا تو تمہاری ذمہ داریاں کتنی بڑھ جاتی ہیں، ابھی تک شکر ہے کہ بدھسٹ اسٹیٹ نہیں ہے لیکن اگر خدانخواستہ بدھسٹ اسٹیٹ ہو گیا پھر اگر تم نے اپنے دین کی فکر خود نہ کی اور تم نے اپنے ایمان کو قائم رکھنے کا خود ارادہ اور فیصلہ نہ کیا اور یہ حالات آئے تو تمہاری کوئی مدد نہیں کرے گا، اور تم کہیں کے نہ رہوگے۔

ابھی تو خیر حکومت غیر جانب دار ہے غیر متعلق ہے وہ نہ تو حکومت کی طرف سے بدھسٹ ہے نہ کرسچین نہ مسلمان، دین کی حفاظت اشاعت اور علم کی کوشش یہ سب تمہارے ذمہ ہے، تمہارے اوپر فرض اس کا عائد ہوتا ہے تمہارے علاوہ کسی پر اس کا فرض عائد نہیں ہوتا ہے، وقت کا فریضہ ہے، اگر اللہ نے تم کو سمجھ دی ہے اور موٹی سمجھ بھی تم رکھتے ہو تو آنکھ کھول کر کے اور ذرا سا غور کر کے اس بات کو سمجھ لو کہ اس ملک میں تمہارا رہنا اسلام کے بغیر ممکن نہیں اس وقت سب سے بڑی عقلمندی اور سب سے بڑی اپنے ساتھ خیر خواہی یہ ہے کہ اسلام کے لیے اسلام کو چمکانے کے لیے، اسلام کو پھیلانے کے لیے مسلمانوں کو اپنے دین میں مضبوط کرنے کے لیے اور ان کو سچا اور پکا مسلمان بنانے کے لیے ایک مرتبہ اس کا بیڑہ اٹھاؤ اور ایک مرتبہ دیوانہ وار کام میں لگ جاؤ اور اپنے آپ کو جھونک دو کہ یہاں کا ہر کلمہ گو مسلمان پکا اور سچا مسلمان ہوجائے کہ بڑے سے بڑا زلزلہ اور بڑے سے بڑا طوفان اور بڑے سے بڑا بھونچال اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے اس کے لیے کوشش کرو اور سارے ملک میں پھر جاؤ، گاؤں گاؤں پھیل جاؤ اور اللہ کا پیغام پہنچاؤ، خوب کلمے کا اعلان کرو، خوب تعلیم کا اعلان کرو، خوب اسلامی تہذیب کو کھل کر بیان کرو کہ اسلامی تہذیب اختیار کرنی چاہئے، اسلامی نام رکھنے چاہئیں، شرک اور مشرکانہ رسموں سے ان کو ڈراؤ اور ان سے کہو کہ اس میں مسلمانوں کی موت ہے کہ وہ شرک اختیار کرے اور کسی مشرکانہ تقریب میں اور کسی مشرکانہ رسم، کسی مشرکانہ عمل میں شرکت کرے یہ ہر مسلمان کی موت ہے، یہ ایسا ہے جیسے کوئی زہر کا پیالہ پی لے بلکہ اس سے زیادہ خطرناک بات ہے شرک کی نفرت ان کے دل میں بٹھا دو بت پرستی کی نفرت ان کے دل میں بٹھا دو شرک سے وحشت، کفر سے وحشت ان کے دل میں بٹھا دو اگر تم نے اس میں غفلت کی تو یاد رکھو میرے بھائیو! میں شاید اس وقت ہوں تمہیں یاد دلانے والا اور شاید یہ ریکارڈ موجود ہو یا نہ ہو لیکن جو تم میں سے غور سے سنے گا وہ میری باتیں یاد کریں گے میں کوئی صاحب فراست آدمی نہیں ہوں میں کوئی روشن ضمیر بزرگ نہیں ہوں جس کو مثلاً دس برس پہلے اللہ کی طرف سے کوئی بات دکھائی جاتی ہے، لیکن یہ بات اتنی موٹی ہے اتنی کھلی ہوئی ہے جیسے کوئی بارش دیکھے، کڑک سنے، ہوا ٹھنڈی چلے اور وہ کہے کہ بارش آنے والی ہے اور پانی برسنے والا ہے اور پانی برس جائے تو اس کو کوئی ولی نہیں مانتا، یہ تو کچھ بھی سمجھ سکتا ہے کہ بارش آنے والی ہے، اس طریقے سے میں آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ صنعت و حرفت دن گننے والے ہیں خدا کے لیے اس وقت اپنے کاروبار کو اتنی اہمیت نہ دو جتنی اہمیت دیتے رہے ہو، اس وقت دین کے لیے کچھ کرلو ایک مرتبہ برما کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک اسلامی تہذیب دینداری اور توحید کا صور پھونک دو، ایک ایک مسلمان کو اچھی طرح باخبر کردو کہ یہ دین اور یہ ایمان ہے، یہ شرک ہے یہ کفر ہے، شرک کی نفرت مسلمانوں اور ان کے بچوں کے دل میں بٹھا دو، بچوں کی تعلیم کا انتظام کرو اور گاؤں میں ایسے گاؤں میں جس کا نام بھی کبھی نہ سنا ہو، اس کے ایک کنارے پر جو جھونپڑا ہے، کسی برمی مسلمان کا جو اردو کا ایک لفظ بھی نہیں جانتا وہاں پر بھی پہنچو اس کے جھونپڑے میں جاکر اس کے قدم پکڑ لو اور اس سے کہو کہ اللہ کے بندے تو مسلمان ہے مسلمان زندہ رہ اور مسلمان مر، اس کو ایسا کردو کہ ارتداد اس کی طرف رخ بھی نہ کر سکے جیسے کہ وہ لوہے کے قلعے میں محفوظ ہوجائے اس طرح اسے محفوظ کردو اس کام کی فرصت ہے معلوم نہیں کب تک فرصت رہے لیکن ابھی کچھ فرصت ہے اب اگر تم نے اس سے فائدہ اٹھایا اور کچھ کام کر لیا تو انشاء اللہ تعالیٰ، اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے اس دین کی بقا کی صورت یہاں باقی رہے بلکہ ترقی کرنے اور پھیلنے کا فیصلہ ہوجائے گا اور اس وجہ سے وہ تمہارے کاروبار، تمہاری عورتوں تمہارے بچوں کو محفوظ کر دے گا اور تمہیں سرفراز اور سربلند کرے گا اور تمہیں اس ملک میں عزت دے گا اور کچھ تعجب نہیں کہ تم کو اللہ اس ملک کے انتظام کی ذمہ داری تمہارے ہاتھوں میں سونپ دے اس لیے کہ یہ حکومتیں اور اقتدار اللہ کے دین کی محنت کے قدموں کی خاک ہے دیکھو! اللہ کے بندوں نے کچھ دن محنت کی تھی، بدر، احد، اور تبلیغ کے میدانوں میں اس کا کیا نتیجہ ہوا؟ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے جانشینوں اور اولاد میں ایک شخص پیدا ہوتا ہے، جس کا نام ہے ہارون رشید، آپ نے اس کا نام سنا ہوگا بہت مشہور خلیفہ ہے اس کی سلطنت میں تمہیں بتلاتا ہوں، ایک مرتبہ وہ بغداد میں بیٹھا ہوا تھا، بادل کا ایک ٹکڑا اس کے سر کے اوپر سے گزرا وہ کسی طرف جا رہا تھا، اس نے سر اٹھا کر کہا اے بادل! چاہے تو مشرق میں جا، چاہے مغرب میں جا، جہاں تیرا جی چاہے وہاں جا، جہاں تیرا جی چاہے وہاں برس، لیکن تیرے برسنے کا جو نتیجہ ہے یعنی کھیتی اور غلہ وہ تو میرے قدموں ہی میں آئے گا، جہاں تیرے جی میں آئے وہاں جاکر برس، جا میں تجھے نہیں کہتا کہ بغداد ہی میں برس، جہاں تیری مرضی ہے تو وہاں چلا جا اور وہاں جاکر برس، مگر تیرے برسنے سے جو کھیتی پیدا ہوگی وہ یہیں آئے گی یہ اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے محنت کرنے کا ایک بہت ہی معمولی اور حقیر سا فائدہ اور اس کا پھل ہے، حقیقی فائدہ نہیں، حقیقی فائدہ تو وہیں (آخرت میں) جاکر ملے گا۔

ایک اور بات مثال کے طور پر عرض کرتا ہوں یوں سمجھ لیجئے کہ جیسے زمین جوتی جاتی ہے، کھیتی کی جاتی ہے، گیہوں کے لیے مگر گندم، گندم سے پہلے کچھ گھاس اگ آتی ہے وہ گھاس گھوڑے اور جانوروں کے کام آتی ہے ایسے ہی بنو عباس بنو امیہ کی حکومتیں ان کی فتوحات تھیں، (میں خلافت راشدہ کو نہیں کہہ رہا) اور ساری دنیا میں جو ان کا ڈنکا بج رہا تھا وہ اس کھیتی کی گھاس تھی، دنیا میں اس مقصد کے لیے نہیں کام کرتا مگر گھاس کو کوئی جلاتا بھی نہیں، وہ مویشیوں کے کام آتی ہے اسی طریقے سے سمجھے کہ ان حضرات نے ہدایت کے لیے محنت کی تھی، گھاس اور خس و خاشاک کے طور پر پیدا ہوگئیں تھیں حکومتیں۔ میرے دوستو! امت محمدیہ میں تم نے محنت کرلی کاش کہ ہر امت کے فرد میں یہ آواز پہنچے اور ہر آدمی کی زبان سے تم یہی پیغام سنتے اس وقت کرنے کا کام یہی ہے۔

اگر میرے بس میں ہوتا

میں تم سے سچ کہتا ہوں اگر میرے بس میں ہوتا میں کوئی بڑی بات نہیں کر رہا، اگر میرے بس میں ہوتا تو میں چند مہینوں کے لیے نہیں، دو چار سال کے لیے تمہاری ساری دوکانوں کو تالا لگا دیتا، سیل کر دیتا، اور سارے کارخانوں کو بند کر دیتا اور سارے آدمیوں کو مکانوں، دکانوں اور کارخانوں سے نکال کر کہتا کہ اس وقت کام صرف یہ ہے کہ ہدایت اور تبلیغ کے لیے پھیل جاؤ، گھر کی پرواہ نہ کرو، کھانے کو راشن ملے گا کھا لینا پیٹ بھر لینا اور پہننے کے لیے اتنے جوڑے کپڑے ملیں گے پہن لینا اور اگر کپڑے پھٹ جائیں تو پیوند لگا لینا اور اگر کھانا پورا نہ ہو تو فاقے کر لینا مگر دس برس تک صرف تبلیغ کا کام کرنا پھر دیکھنا کہ کیسے کام ہوتا ہے، تم نے دیکھا ہوگا ریل کی پٹری پر ایک ٹرالی چلتی ہے۔ لائن کی جانچ لینے اور پٹری دیکھنے کے لیے کہ وہ ٹھیک ہے

یا نہیں اب تو خیر بجلی کی بھی چلنے لگی ہے اب بھی ہمارے ہاں انڈیا میں وہی پرانی چلتی ہے کہ اس میں کچھ دیکھ بھال کرنے والے آفیسر اور قلی بیٹھے ہوتے ہیں تو قلی اتر کر اس کو دھکا دیتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ دھکا دیتے ہیں ایک دو فرلانگ تک چلے جاتے ہیں پھر اس پر سوار ہو جاتے ہیں، پھر وہ ٹرالی ان کو لے جاتی ہے، پہلے وہ ٹرالی کو لے جاتے ہیں اس سے دس گنا ٹرالی ان کو لے جاتی ہے، ایسے ہی ایمان کی ٹرالی کو ایک مرتبہ دھکا دے دو، پھر ایمان کی ٹرالی سو گنا تک خود لے جائے گی، صحابہ کرامؓ نے ایسا دھکا دیا تھا ایسا دھکا دیا تھا کہ اب تک ٹرالی کے پہیوں میں جان ہے، رکے اب بھی نہیں ہیں رفتار ذرا سست ہو گئی ہے اس لیے سست ہو گئی ہے کہ تم نے حکومتوں کا بوجھ ڈال دیا، اپنے گناہوں کا بوجھ اس پر ڈال دیا گناہوں کا بوجھ اگر اس پر نہ پڑتا تو اس کی رفتار میں انشاء اللہ کمی نہ ہوتی ایسے ہی اسلام میں ترقی ہوتی چلی جاتی، صحابہ کرامؓ کے ایسے بابرکت، ایسے طاقتور اور ایسے مخلص ہاتھ تھے، اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ان پر ہوں جنہوں نے نہ اپنی اولاد کی پرواہ کی، نہ دکانوں کی پرواہ کی، اور ایک مرتبہ مل کر اسلام کی ٹرالی کو ایسا دھکا دیا ہے صرف ۲۲ برس تک دھکا دینا پڑا تھا تئیس برس کے بدلے میں ۱۴۰۰ برس تو اس وقت تک ہو چکے ہیں اور جہاں جہاں ان کے قدم گئے آج تک اسلام وہاں غالب ہے جہاں صحابہ کرامؓ کے بابرکت قدم پہنچے وہاں کی تو فضا بدل گئی ہوا بدل گئی، موسم بدل گیا، تہذیب بدل گئی، سب زمین و آسمان بدل گئے۔

مسلمانوں کو پختہ کرنا اور غیر مسلموں کو موم کرنا،

میرے دوستو! کیا یہ عقلمندی کی بات نہیں کہ ٹرالی کو مل کر دھکا دیدو ذرا ہاتھ ہلا دو، تھوڑا سا اتر کر دھکا دے دو، خدا کی راہ میں سب مل کر یہ کام کر گذرو، اگر ان کافروں پر محنت کرو تو یہ انگلی کے اشارے پر چلنے کے لیے تیار ہیں مگر تم تیار نہیں، یہ کتنے ظلم کی بات ہے کہ اس پر بھی تم بیٹھے رہو اور تم سے اتنا نہ ہو سکے کہ تھوڑا سا اتر کر اس کو دھکا دے کر کے آگے چلا دو بس تھوڑا سا دھکا دینے کی ضرورت ہے پھر شوق سے اس پر بیٹھو، تم کو خود ہی یہ لیے چلی جائے گی، ہوا کی طرح لے جائے گی انشاء اللہ بس تم سے یہی کہنا ہے اور کچھ نہیں کہنا، تمہارے ملک کا بہت ہی نازک مسئلہ ہے، اس وقت اگر سمجھو تو کوئی مسئلہ نہیں سارے اختلافات ختم کر دو، جتنی جماعتیں ہیں ان سب کا اس وقت اختلاف کرنا حرام ہے، ذرا تجارت پر بریک لگاؤ اور اس پر کنٹرول قائم کرو اور وقت نکالو اور اپنے وقت کا نکالنا فرض سمجھو اگر چلّے مانگے جائیں چلّے دو، ہفتے مانگے جائیں ہفتے دو، اگر دن مانگے جائیں دن دو، اور ہر شخص یہ طے کرے کہ میں اس ملک کا رہنے والا نہیں ہوں اور برما کونسا بڑا ملک ہے؟ میرے خیال میں یہ ہندوستان کا دسواں حصہ ہوگا، تم اگر چاہو تو اس طرح پھیل جاؤ کہ کوئی گاؤں کوئی گھر تم سے نہ بچے طے کر لو کہ دس برس کے اندر ایک گھر ایک جھونپڑا بھی چھوڑنا نہیں ہے، ہر جگہ تم پہنچ جاؤ کوئی جگہ باقی نہ بچے، جگہ جگہ اسلام کی آواز اور پیغام پہنچاؤ تم مسلمانوں میں توحید اور اسلام کی تہذیب پھیلا دو، ہر جگہ جا کر مسلمان کو پختہ کرو اور غیر مسلم کو نرم کرو، مسلمان موم ہے اس کو تو پختہ کرو اور غیر مسلم لوہا ہے اس کو موم بناؤ، آج مسلمان موم ہو رہا ہے، موم کی ناک کی طرح ہر طرف مڑنے اور جھکنے کے لیے تیار ہے اس کو تو بنا دو فولاد، اور غیر مسلم جس کا دل لوہے اور پتھر کی طرح ہو رہا ہے اس کو کر دو نرم بس اگر یہ دو کام کر لو کہ مسلمان ہو جائے فولاد اور غیر مسلم ہو جائے موم، اور جب وہ اسلام قبول کرے اس کو بھی فولاد بنا دو، اب فولاد ہی فولاد ہو اور جہاں فولاد ہی فولاد ہو کس کی مجال ہے کہ اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ سکے فولاد ہی کی آج ساری دنیا میں حکومت ہے یہ لوہے اور فولاد کا زمانہ کہلاتا ہے، تم مسلمانوں کو فولاد بنا دو، فولاد بنانے کے لیے پہلے اس کو تپایا جاتا ہے، نرم کیا جاتا ہے، پہلے غیر مسلم کو اتنا تپاؤ ایمان کی حرارت میں اس کو اتنا پگھلا دو کہ وہ نرم پڑ جائے اور اسلام قبول کر کے کفر کو چھوڑ دے اور پھر اس کو اسلام میں مضبوط کر دو کہ وہ فولاد بن جائے۔

بس دوستو!

بس دوستو! کرنے کے یہ دو کام ہیں، تیسرا کام ہماری سمجھ میں اس ملک میں نہیں آیا، اگر کوئی سمجھا دے تو ہم سمجھنے کے لیے تیار ہیں، مسلمانوں کو اسلام پر پختہ کرنا غیر مسلم کو اسلام کی طرف مائل کرنا دو ہی کام ہیں تیسرا کام نہیں ہے، یہ کام اگر تم نے کر لیا تو اپنے اوپر احسان کرو گے کسی دوسرے پر یا اسلام پر احسان نہیں، اسپین والوں نے یہ کام نہیں کیا تو کان پکڑ کے نکال دیئے گئے وہاں چچا بھتیجے میں لڑائی، ملک کے دعویدار، عیش میں پڑ گئے، مکانات بنانے لگے مسجد میں ایک سے ایک بہتر، الحمراء کا ایک قلعہ تعمیر کر دیا، مدینۃ الزہراء کے نام سے ایک پورا شہر تعمیر کر دیا جس کو دیکھ کر آج بھی دنیا میں سیاح دنگ رہ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ چیزیں زندگی کی ضمانت نہیں، اسلام کی تبلیغ کی کوشش نہیں کی، مؤرخ لکھتا ہے کہ اندلس میں اسلام کے زوال کے اسباب میں سے ایک سبب یہ ہے کہ تبلیغ کی طرف سے وہ بالکل غافل ہو گئے تھے وہ یہ بات بھول گئے تھے کہ غیر مسلموں کی اکثریت والے ملک میں رہتے ہیں، جس میں چاروں طرف غیر مسلم عیسائی پھیلے ہوئے ہیں اور وہ بتیس دانتوں میں ایک زبان ہیں، ان کا تو کام یہ تھا کہ وہ اسلام کو پھیلاتے اور ایسے حالات پیدا کر دیتے کہ کبھی وہاں سے اسلام کے نکلنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا، کیا مصر سے اسلام کے نکلنے کا یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ وہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، سوڈان سے مسلمانوں کے نکلنے کا سوال پیدا ہو سکتا ہے؟ ترکی سے اسلام کے نکلنے کا سوال پیدا ہو سکتا ہے! سو فیصدی اکثریت ہے لیکن اسپین سے نکلنا پڑا کہ چاروں طرف عیسائی دنیا تھی اور ان اللہ کے بندوں نے ان کو مسلمان بنانے کی کوئی فکر نہیں کی تھی اور اپنے ایمان میں کمزور ہوتے چلے گئے، عیش نے ان کو روز بروز کمزور کر دیا خود کمزور ہو گئے اور چاروں طرف سے کوئی خبر نہیں لی نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کا وعدہ پورا ہوا اور وہ وقت آیا، حکم ہوا کہ تم یہاں سے نکل جاؤ، ہمیں نہ تمہاری مسجدوں کی پرواہ ہے نہ تمہارے قصر حمراء کی پرواہ ہے نہ تمہارے مدینۃ الزہراء کی پرواہ ہے نہ قرطبہ کی پرواہ ہے نہ غرناطہ کی پرواہ ہے نہ بلنسیا کی پرواہ ہے یہاں کیسے کیسے قاری، کیسے کیسے عالم کیسے کیسے حافظ کیسے کیسے ولی اللہ اور کیسے کیسے محاسب امام اور مجتہد پیدا ہوئے! ہمیں کسی کی پرواہ نہیں جو زندگی کا قانون ہے تم نے وہ تو کیا ہی نہیں جب یہ نہیں کیا تو۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ "اللہ کسی کو نعمت دے کر چھینتے نہیں جب تک وہ اپنے کو خود ہی نعمت سے محروم نہ کرلے، بس میرے دوستو! اس کا مطالبہ ہے یہ کاروبار یہ سارے کام کاج سب رہیں گے دکانیں رہیں گی، مکان رہیں گے کارخانے رہیں گے، نوکریاں اور حکومت کی کرسیاں رہیں گی، سب کچھ رہے گا کوئی چیز جاتی نہیں ہے، اطمینان رکھو بس تھوڑے دن محنت کر لو وقت لگاؤ اور یہاں اسلام کی جڑ مضبوط کر لو اور یہاں اسلام کا دائرہ وسیع کر لو پھر تو یہ ملک تمہارا ملک ہے، انشاء اللہ کوئی ڈرنے کی بات نہیں میں صاف یہ تم سے کہتا ہوں یہ تمہارا ملک ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ "وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ○ إِنَّ فِي هٰذَا لَبَلَاغًا لِقَوْمٍ عَابِدِينَ ○

"ہم نے زبور کے آسمانی نوشتے میں لکھ دیا ہے اس کا وارث بنانا ہے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو اور جس میں اعلان ہے اور صدائے عام ہے پیام ہے عبادت کرنے والوں پرہیزگاروں کے لیے۔" اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان کے لیے خوشخبری ہے وہ اس کے لیے کوشش کریں کوئی بڑی بات نہیں، لیکن راستہ اس کا یہ ہے کہ مقصد حکومت نہ ہو، ہدایت کے لیے کوشش کرو، اس کھیت کے ساتھ گھاس بھی پیدا ہو جائے گی، بس میرے دوستو! میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں اور اللہ کو منظور ہوا تو اس کے بعد بھی موقع آئے گا، اللہ تعالیٰ ہم کو صحیح سمجھ عطا فرمائے، بس بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم پر فضل فرمانا چاہتا ہے تو اسے صحیح سمجھ عطا کر دیتا ہے وہ تمام اختلافات کو بھول کر اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر کرنے والا کام کراتا ہے اور جو برے کام کرتا ہے اس کی سمجھ ماری جاتی ہے پہلی چیز سلب کی جاتی ہے وہی آخری ہوتی ہے عجیب کار کاموں میں الجھ جاتی ہے، کرنے والا کام کرتی نہیں، بس اگر اللہ تعالیٰ کو بہتری منظور ہے اگر قسمت میں ہے تو انشاء اللہ تم اس میں اپنا وقت صرف کر لوگے، تھوڑی سی محنت کر لوگے اور یہ جو میں نے بات کہی، ٹرالی کو تھوڑا سا دھکا دے دو بس تم اور تمہاری نسلیں بھی آرام کریں گی اور تم کو یہ ٹرالی لیے لیے اڑتی پھرے گی۔

وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ○

بقیہ:- اسلام سے عداوت کیوں؟

اپنے قول و عمل کو سچ کر دکھائیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ اسلامی نظام ہی بہترین نظام حیات ہے۔ اور یہی ایسا نظام حیات ہے جو بنی انسان کی فلاح و بہبود کا ضامن ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو اسلامی رنگ میں رنگ دیا جائے اور ایسے افراد تیار کئے جائیں جو اسلامی شعور کے حامل اور اپنی ذمہ داریوں سے نبرد آزما ہونے والے ہوں

عالم اسلام

بنگلہ دیش میں پھنسے بہاری مسلمانوں کی پاکستان واپسی کیلئے رابطہ عالم اسلام سے فنڈ کے قیام پر سمجھوتہ......

پاکستان اور مکہ میں واقع رابطہ عالم اسلامی نے ۱۹۷۱ء سے بنگلہ دیش میں پھنسے ہوئے پاکستانی شہریوں کی وطن واپسی کے لئے فنڈ قائم کرنے پر اتفاق کر لیا ہے جس کی ابتدائی رقم ۳ کروڑ روپیہ ہوگی۔ اور ان مسلمانوں کی واپسی اور بحالی پر ۵ ارب ۵۰ کروڑ روپیہ صرف ہوگا۔ اور اس کام میں ۲ سے ۳ سال تک لگ جائے گا، پاکستانی وزیر مالیات ڈاکٹر محبوب الحق کے بموجب بہاریوں کی واپسی کی کارروائی اسی وقت شروع ہوگی، جب فنڈ میں مناسب رقم جمع ہو جائے گی۔

ان بہاری مسلمانوں نے ۱۹۷۱ء کی خانہ جنگی کے بعد جس میں بنگلہ دیش پاکستان سے علاحدہ ہو گیا تھا۔ اپنی پاکستانی شہریت برقرار رکھی تھی۔ اور اس وقت ڈھاکہ کے مضافات میں ۶۶ کیمپوں میں بڑی خستہ حالی میں زندگی گذار رہے ہیں اس وقت ان کی تعداد ڈھائی لاکھ ہے۔ ابتداء میں ایسے تقریباً دس لاکھ افراد تھے بعد میں تقریباً ۵ لاکھ افراد نے بنگلہ دیش کی شہریت اختیار کر لی۔ اور ۱۶۹۰۰۰ افراد ۱۹۷۳ء کی جنگ کے بعد مختلف اداروں کے ذریعہ پاکستان واپس جا چکے ہیں۔

حج کے تقدس کو برقرار رکھنے کیلئے مصری فوج ——

عرب سفارت کاروں نے بتایا کہ حج کے دوران سلامتی بندوبست کو مستحکم بنانے کی غرض سے مصر کے ایک ہزار فوجی سعودی عرب پہونچ گئے ہیں توقع ہے کہ مزید ۵ ہزار مصری فوج جلد ہی سعودی عرب پہونچ جائے گی۔ سعودی عرب نے گذشتہ ہفتہ حج کے دوران امکانی ہنگاموں کے پیش نظر پڑوسی ملکوں سے تعاون کی اپیل کی تھی۔

یاد رہے کہ گذشتہ سال حج کے دوران ایرانی عازمین حج کے مظاہرے اور سعودی عرب فوج سے تصادم میں ۴۰۲ افراد ہلاک ہو گئے،

محمود الازہار ندوی

تھے جن میں بیشتر ایرانی تھے۔ ایران نے اپنے عازمین حج کی ہلاکت کی ذمہ داری سعودی عرب پر عائد کی تھی۔

ایران کا کہنا ہے کہ حج کے دوران مظاہرہ حج کے منافی نہیں ہے۔ جبکہ سعودی عرب یہ کہتا ہے کہ حج کے دوران ان مظاہروں کی مذہب اجازت نہیں دیتا ہے۔ ادھر ایسی اطلاعات بھی ملی ہیں کہ سعودی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ جو شخص بھی حج کے موقع پر گڑبڑ کرے گا اسے موت کی سزا دی جائے یا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائیگا نئی دہلی کے سعودی سفارت خانے کے ناظم الامور نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ حکومت امن برقرار رکھنے اور ان بیس لاکھ سے زیادہ افراد کو تحفظ بہم پہنچانے کی پابند ہے جو اس مہینہ ساری دنیا سے آکر فریضہ حج ادا کرنے والے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ مملکت کے قوانین کے مطابق ایسے افراد جو خدا اور اس کے رسول کے خلاف جنگ چھیڑتے ہیں۔ انہیں موت یا ہاتھوں کے کاٹنے یا مملکت سے جلاوطنی کی سزا دی جاتی ہے۔

سعودی عرب میں منشیات کے اسمگلروں کیخلاف سخت اقدام

سعودی وزارت داخلہ کے ایک سینیر افسر نے بتایا ہے کہ سعودی عرب میں سفارتی تحفظ منشیات کے اسمگلروں کو قانونی کارروائی یا سزائے موت سے نہ بچا سکے گا۔ وزارت داخلہ میں منشیات کنٹرول انتظامیہ کے ڈائرکٹر جنرل ابراہیم علی نے روزنامہ "الریاض" کو بتایا کہ منشیات کا دھندا کرنے والوں کے خلاف قانونی کارروائی کرنے یا انہیں پھانسی دینے کی راہ میں سفارتی تحفظات رکاوٹ نہ بن سکیں گے۔

سعودی عرب نے جو شاہ فہد کی ایماء پر اپنے شہروں کو منشیات کے استعمال سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے گذشتہ مارچ میں منشیات کے اسمگلروں کو سزائے موت دینے کا اعلان کیا ہے۔

شاہی فرمان کے بموجب ۸ افراد کو جس میں چند سعودی بھی شامل ہیں سزائے موت دی جا چکی ہے اس فیصلے سے منشیات کی اسمگلنگ میں ۸۰ فیصد کمی آگئی ہے جنرل ابراہیم اس سے قبل کئی بار یہ بات کہہ چکے ہیں سعودی عرب دنیا کا واحد ملک ہے جو منشیات کی لعنت سے بہت کم متاثر ہوا۔

چالیس لاکھ سے زیادہ افریقی رفیوجی کیمپس میں

چالیس لاکھ سے زیادہ افریقی رفیوجی کیمپس میں زندگی گذار رہے، جنگ اور قحط سالی نے افریقی پناہ گزینوں کی ایک فوج پیدا کر دی ہے۔ اور دنیا میں اتنی تعداد میں کہیں بھی پناہ گزین نہیں ہیں۔ "یوم افریقی پناہ گزین" پر اقوام متحدہ کے ایک ماہر نے تنجنگ کو بتایا کہ یہ تعداد اور بہت زیادہ بڑھ سکتی ہے اگر ان لاکھوں شہریوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ جو جنگ اور خشک سالی کے باعث اپنے وطن چھوڑ چکے ہیں اور اپنے ممالک کے اندرونی حصوں میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔ جنگ اور قحط نے دس لاکھ موزمبیقی افراد کو ملاوائی، زمبابوے اور دیگر پڑوسی ممالک کو منتقل ہونے پر مجبور کر دیا ہے، اور یہ تعداد جنوبی افریقہ کی تائید پر رینامو باغیوں کی دہشت گردانہ مہم سے بچ نکلنے والے موزمبیقی افراد سے تین گنا زیادہ ہے۔

باوثوق ذرائع نے دعویٰ کیا ہے کہ موزمبیقی پناہ گزینوں کی تعداد حبش کے آٹھ لاکھ پناہ گزینوں سے بڑھ گئی ہے اور یہ تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

کابل میں ایک وسیع ترین حکومت ناگزیر

افغان مجاہدین کے ایک کلیدی لیڈر عبدالحق نے اقوام متحدہ کے ایک ثالثی مشن سے یہ تبادلہ خیال کیا ہے کہ افغانستان میں ایک وسیع ترین حکومت کی ضرورت ہے ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان (پی، پی، آئی) نے یہ اطلاع دی ہے سرکاری پاکستانی نیوز ایجنسی نے ان کے حوالے سے کہا ہے کہ اقوام متحدہ کو چاہیے کہ وہ افغانستان کے سیاسی حل کو اولین ترجیح دے، مسٹر حق نے جو کابل اور اس کے اطراف واکناف میں مجاہدین فورسز کی کنٹرول رکھتے ہیں اقوام متحدہ کے سینیر افسر ڈیگو کارڈوز کے ایلچی کے ساتھ بات چیت کرنے کے بعد یہ بیان دیا مسٹر کارڈوز نے افغانستان کے مسئلہ پر ایک ثالث کی حیثیت سے مذاکرات میں ایک کلیدی کردار نبھایا جس کے نتیجے میں روس نے افغانستان سے اپنی فوجیں واپس بلالیں۔ مسٹر کارڈوز اگلے سال پاکستان آنے ہیں جہاں وہ کابل میں ایک وسیع ترین حکومت کے قیام کے سلسلے میں گفتگو کریں گے مسٹر حق نے اقوام متحدہ مشن سے کہا ہے کہ وہ انسانی ہمدردی اور معاشی امداد اس وقت تک روک لے جب تک صدر نجیب اللہ کی حکومت بدل نہیں جاتی، یہاں مشاہدین نے یہ محسوس کیا کہ افغان فیلڈ کمانڈر اور اقوام متحدہ مشن کے درمیان اولین گفتگو کے دوران

(بقیہ صـ۱۱ پر)

چند بہترین دینی کتابیں

تالیف: قاضی زین العابدین سجاد میرٹھی سابق پروفیسر جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی

قاموس القرآن: تمام الفاظ قرآنی کے معانی اور ان کی مکمل صرفی و نحوی تشریح، اہم الفاظ پر مستند مفسرین و محدثین کے افادات کی روشنی میں جامع و مدلل نوٹ، معارف قرآن کی مستند انسائیکلوپیڈیا،
صفحات ۸۰۰ مجلد ۳۵/-

بیان اللسان: تیس ہزار قدیم و جدید الفاظ کی عربی اردو ڈکشنری، ہر لفظ کی مکمل تشریح حوالہ ترتیب انگریزی ڈکشنریوں کے طرز پر، آخر میں ضمیمہ الفاظ جدیدہ، آفسٹ کی اعلیٰ طباعت
صفحات ۹۴۴ مجلد ۵۰/-

سیرت طیبہ: سیرت نبوی پر ایک جدید مستند کتاب، زبان سہل، انداز بیان دلنشیں، اہم واقعات پر قرآن کریم کی روشنی میں بصیرت افروز تبصرے۔ مجلد ۳۰/-

شہید کربلا: خلافت راشدہ کے عہد زرین پر جامع تبصرہ۔ دشمنان اسلام کی سازشوں کی نقاب کشائی۔ یزید کی ولی عہدی کی شرعی حیثیت، شہادت امام حسینؓ کے جگر پاش مناظر حدیث و تاریخ کی روشنی میں۔ مجلد ۱۵/-

کلام عربی: آسان طریقہ پر عربی سکھانے والی بہترین کتاب۔ ۵/-

محصول بذمہ خریدار، پتہ انگریزی میں بھی لکھیں۔

MAKTBA ILMIYA QAZI STREET MEERUT (U.P.)

مکتبہ علمیہ قاضی منزل قاضی اسٹریٹ میرٹھ

سوال و جواب

— محمد طارق ندوی

سوال :- ایک بکری ہے اسکا ایک تھن کٹ گیا ہے اور دوسرا صحیح ہے تو کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے ؟

جواب :- ایسی بکری کی قربانی جس کا ایک تھن کٹ گیا ہو شرعًا درست نہیں ہے۔

سوال :- بکری کا ایک سینگ ٹوٹ گیا ہے تو کیا اسکی قربانی ہوسکتی ہے

جواب :- ہاں اگر بکری کا ایک سینگ ٹو گیا ہو تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے۔

سوال :- بکری کے ایک سینگ کا اوپری چھلکا اتر گیا ہو تو کیا اس کی قربانی ہوسکتی ہے ؟

جواب :- اگر بکری کے سینگ کا اوپری چھلکا اتر جائے تو اس کی قربانی کرسکتے ہیں

سوال :- ایک بکرا لنگڑا ہے تو کیا اس کی قربانی درست ہے ؟

جواب :- اگر اتنا لنگڑا ہو کہ خود سے مذبح تک نہ جا سکے تو قربانی درست نہیں ہے ورنہ درست ہے۔

سوال :- کیا عیدالاضحی کی نماز واجب ہے اگر کوئی اس کو نہ پڑھے تو شرعًا اس کا یہ عمل کیسا ہے ؟

جواب :- ہاں عیدالاضحی کی نماز واجب ہے اس کا تارک واجب کا ترک کرنے والا گنہگار ہوگا۔

سوال :- کیا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے ؟

جواب :- واجب نہیں ہے۔

سوال :- ایک شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہے پھر بھی نہیں کرتا تو کیا اس پر کچھ وعید ہے ؟

جواب :- ہاں اس کیلئے سخت وعید ہے آنحضرت نے فرمایا ہے کہ جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے (یعنی وہ خدا کے حضور میں حاضری کے لائق نہیں ہے)۔

سوال :- ایام نحر میں عقیقہ کرسکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- ہاں ایام نحر میں عقیقہ کرسکتے ہیں

سوال :- ذبح کرتے وقت جانور کا منہ بلا رخ کرنا کیسا ہے۔

جواب :- مسنون ہے بغیر عذر قبلے جانب ذکر نا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

سوال :- ایک شخص کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ اپنے لڑکے کا عقیقہ کرے تو کیا اسکو قرض لے کر عقیقہ کرنا چاہئے ؟

جواب :- حیثیت نہ ہو تو قرض لے کر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

سوال :- کیا لڑکے کیلئے دو بکرے عقیقہ میں کرنا چاہئے ؟

جواب :- حیثیت ہو تو لڑکے کیلئے دو بکرے یا دو بھیڑ یا دو دنبے یا گائے بھینس وغیرہ میں دو حصے افضل ہیں ورنہ ایک بکرا یا بڑے جانوروں میں ایک حصہ بھی کافی ہے۔

سوال :- جس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے وہ بقرعید کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں ؟

جواب :- جس نے فجر کی نماز نہیں پڑھی ہے وہ عید و بقرعید کی دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

سوال :- عیدالاضحی کے دن مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز تک کھانے پینے سے رکا رہے یہ حکم کس کے لئے ہے، جو قربانی کرنے والا ہے اس کیلئے یا سب کیلئے ؟

جواب :- یہ حکم صرف قربانی کرنے والے کیلئے نہیں ہے بلکہ سب کیلئے مستحب ہے کہ روزہ دار کی طرح رہیں اور عیدالاضحی کی نماز کے بعد کھائیں، پئیں اور اگر خود قربانی کی ہے تو اپنی قربانی سے کھائیں

سوال :- رشوت کسے کہتے ہیں اور شرعًا اس کا کیا حکم ہے ؟

جواب :- رشوت یہ ہے کہ آدمی کسی کام پر مقرر ہو اس کا معاوضہ حکومت سے یا کسی ادارہ یا شخص سے بطور تنخواہ پاتا ہو اور پھر بھی اس کام کے کرنے کا معاوضہ کچھ اور لے یہ حرام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "الراشی والمرتشی کلاھما فی النار" رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں جہنم میں جائیں گے۔

سوال :- بعض لوگ مہر لڑکے کی حیثیت سے زیادہ رکھ دیتے ہیں کیا شرعًا یہ درست ہے ؟

جواب :- یہ بہتر نہیں ہے، مہر حیثیت سے زیادہ نہ ہونا چاہئے، مہر اتنا ہونا چاہئے کہ جتنا لڑکا اس وقت یا مستقبل قریب میں ادا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اگر فخر و غرور یا کسی اور غیر شرعی بنا پر زیادہ مہر مقرر کر دیا اور دل میں خیال رہا کہ دینا تو ہے نہیں جتنا چاہو مقرر کر دو تو یہ سخت گناہ ہے یہ عورت کا حق ہے اور کسی کا حق مارنے کا خیال کرنا بڑا ظلم و گناہ ہے

سوال :- حاملہ کی عدت وضع حمل ہے تو اگر کسی کے حمل میں دو بچے ہوں تو کیا ایک بچے کے پیدا ہونے کے بعد عدت ختم ہو جائیگی ؟

جواب :- اگر حمل میں دو بچے ہوں تو جب تک دوسرا بچہ بھی پیدا نہ ہو جائے عدت کی مدت پوری نہ ہوگی۔

سوال :- ایک شخص پر قربانی واجب تھی لیکن اس نے قربانی نہیں کی یہاں تک کہ قربانی کے دن گذر گئے تو اب وہ کیا کرے

جواب :- ایک بکری کی قیمت صدقہ کر دے اگر قربانی کیلئے جانور لے لیا ہے تو اس کو اختیار ہے چاہے اس کو صدقہ کر دے یا اس کی قیمت خیرات کر دے

سوال :- چرم قربانی خود استعمال کرسکتے ہیں یا نہیں ؟

جواب :- خود استعمال کرسکتے ہیں، لیکن اگر اسے فروخت کر دیا ہے تو اب قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے اس کو خود نہیں استعمال کرسکتے ہیں

سوال :- ایک شخص نے مرتے وقت یہ وصیت کی کہ میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا تو کیا اس کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے ؟

جواب :- میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے میری طرف سے قربانی کر دینا تو وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے قربانی کرے مگر قربانی کا تمام گوشت فقراء پر صدقہ کرنا واجب ہے

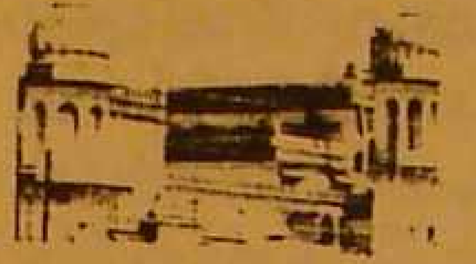

دلکش خوشبو
دلدار کیلئے

عطر مجموعہ 726
عطر مجموعہ 96

نقلی مال سے ہوشیار
عطر مجموعہ ۹۶ خریدتے وقت ہر شیشی پر ہمارا رجسٹرڈ ٹریڈ مارک نمبر 221462 ضرور دیکھ لیں۔

Manufacturer:
M/s NEMAT ENTERPRISES
DEVKARAN MANSION, 2nd FLOOR, 43, PRINCESS STREET
BOMBAY-400 002. Telephone: 319816-893730
Stockist for Bombay:
M/s PERFUME CENTRE
94, C, MOHAMMADALI ROAD,
NEAR CRAWFORD MARKET, BOMBAY-400 003
Telephone: 344982-343049

PREMIER ADVERTISERS

بقیہ : صـ۲ کا

ہونا تو یہ چاہیے کہ آپس کے نزاعات و فسادات کو ختم کریں تعلقات کو توڑنے کے بجائے جوڑیں۔ ہمارا ہی ایک شعر ہے ؎

رحمت کا ابر بن کے جہاں بھر میں چھائیے
عالم یہ جل رہا ہے برس کر بجھائیے

فساد کے ختم ہونے کی بہتر صورت یہ ہے کہ اپنے اندر تواضع پیدا کی جائے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ قلوب میں تواضع پیدا ہو جائے تو نزاعات و فسادات ختم ہو جائے۔ اس لئے کہ جب ہر آدمی دوسرے کو اپنے سے برتر سمجھے گا تو اگر اس سے کوئی ناگوار بات ہو جائے گی تو درگذر کریگا اور اپنے کو اس سے زیادہ مستحق سمجھے گا اور اس سے معافی مانگے گا۔ تو پھر فساد کیسے بڑھے گا۔ بلکہ ہوگا ہی نہیں۔ اور ہوگا تو حد کے اندر رہے گا۔

الحمدللہ! میرے اندر یہ بات ہے کہ اگر کسی کو مجھ سے اذیت پہونچ جائے بلکہ اذیت کا مجھے خیال ہو جائے کہ شاید میری اس بات سے تکلیف پہونچی ہو تو جب تک اس سے معافی نہیں مانگ لیتا چین نہیں ملتا مجھے الحمدللہ معافی مانگنے میں ذرا عار نہیں خواہ بڑا ہو یا چھوٹا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود نبی ہونے کے صحابہ کے ساتھ تواضع کا معاملہ فرمایا ہے، تو ہم سب کا اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا حال ہونا چاہیے ہم کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنی چاہیے نبی پر ایمان و محبت کا یہی تقاضا ہے: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

تو یہ اتباع ہر شان و شعبہ میں ہونا چاہیے، ظاہر میں، باطن میں، اخلاق میں معاملات میں۔ اخلاق میں ہم آزاد نہیں ہیں کہ جو چاہیں کریں بلکہ اسمیں اور زیادہ اتباع کا اہتمام کرنا چاہیے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اسی غرض کیلئے ہوئی ہے۔ حدیث پاک ہے۔

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ،

یعنی مکارم اخلاق کی تکمیل و تتمیم کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔ مگر آج کل اصلی اخلاق تو کیا رسمی اخلاق بھی نہیں۔ زبانی بھی ہمدردی و غمخواری کی باتیں عنقا ہو گئی ہیں۔ اخلاق کی حقیقت تو کیا اس کی صورت بھی باقی نہ رہی۔ مثلاً یہ کہ کسی پر کوئی مصیبت پڑی ہو تو اس کے سامنے رنج و غم کا اظہار ہی کر دیں، زبان ہی سے تسلی کے کلمات کہہ دیں۔ خوشی کے موقع پر مسرت کا اظہار کر دیں۔ مگر اب دن بدن یہ چیزیں بھی کم ہوتی جارہی ہیں جس کی وجہ سے باہمی الفت و محبت بھی ختم ہوتی جارہی ہے۔ اور جب دل میں کسی کا پاس و لحاظ نہ رہے گا، خوشی غمی میں کسی سے کوئی تعلق و رشتہ نہ رہے گا تو ظاہر ہے کہ فساد عالم میں عام ہو جائے گا جو رو کے نہ رکے گا جیسا کہ ہمارے زمانے میں مشاہد ہے

ہاں تو میں نے پہلے یہ بیان کیا تھا کہ اگر تواضع کی صفت و عادت اپنے اندر پیدا کر لی جائے تو باہم اتحاد و اتفاق کا ہو جانا آسان ہے اور یہ تواضع بھی قلب کا فعل ہے۔ ظاہر میں اس کے آثار جب نمودار ہوتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص متواضع ہے مثلاً اپنے بھائیوں کے سامنے جھک کر معاملہ کرنا، نرم بات کرنا عفو درگذر کرنا وغیرہ۔

چنانچہ اکابر کے عفو و درگذر کے بہت سے واقعات کتابوں میں درج ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے مثال کے طور پر عرض ہے کہ حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ مولانا خالد رومی کو لکھتے ہیں کہ کسی سے انتقام لینا ہمارے آپ کے لئے مناسب نہیں ہے۔ صبر و عفو صوفیہ کی ایک ادنیٰ عادت و خصلت ہے اللہ تعالیٰ اس آیت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنی برائی کی مدافعت عمدہ خصلت اور اچھائی کے ذریعہ کرو۔

ہمارے اکابر نے اسی پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دین و دنیا کی عزت و عافیت سے نوازا، اور دنیا اب تک ان کو یاد کرتی ہے، چنانچہ سیدنا رفاعی جو امت محمدیہ کے بہت بڑے آدمی سمجھے گئے ہیں اپنے وقت کے قطب تھے، ان کا واقعہ لکھا ہوا ہے کہ

ایک بار ایک گروہ فقراء سے ملاقات ہوئی ان سب نے آپ کو گالی دی اور کہا کہ اے اعور (کانے) اے دجال، اے حرام چیزوں کے حلال کرنے والے۔ اے قرآن میں تبدیل کرنے والے، اے ملحد، اے کتے! آپ نے اسی وقت اپنا سر کھول زمین بوسی کی اور کہا کہ اے میرے سردارو! مجھ سے راضی ہو جاؤ، مجھے تمہارے حلم سے یہی امید ہے، اور ان کی دست بوسی فرمائی۔ جب آپ نے اس خوشامد لجاجت سے ان کو مجبور کر دیا تو ان سب نے کہا، کہ ہم نے تم سے زیادہ کسی فقیر کو متحمل نہیں دیکھا کہ اتنا کچھ ہم نے کہہ سنایا مگر تم متغیر تک نہ ہوئے آپ نے کہا یہ سب تمہاری برکت و عنایت ہے پھر اپنے احباب سے فرمایا کہ اس واقعہ سے ہم کو راحت ہوئی انہوں نے اپنے جی کی بھڑاس ہم پر اتاری، دوسروں کے مقابلہ میں ہم ہی اس کے زیادہ مناسب تھے۔ ممکن تھا کہ یہ باتیں وہ کسی اور سے کہتے اور وہ متحمل نہ ہوتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ کتنے عفو، درگذر، تواضع و انکساری کے واقعات ہیں۔ آج اگر ہم لوگوں کو وہ واقعات مستحضر ہوں تو بڑی عبرت و نصیحت ہو۔ چنانچہ کتابوں میں واقعہ درج ہے کہ، کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو لکڑی سے آہستہ سے کونچ دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان فرمایا کہ کسی کا کچھ حق میرے ذمہ ہو تو یہاں ہی لے لے اور اگر کوئی تکلیف پہونچی ہو تو یہاں ہی بدلہ لے لے۔

چنانچہ وہ صحابی تھے اور کہا کہ فلاں موقع پر آپ نے چھڑی سے میرے بدن میں کونچ دیا تھا، لہذا مجھے اس سے تکلیف ہوئی تھی، اس کا بدلہ لوں گا۔ تو فرمایا کہ: بخوشی تم کو اجازت ہے تم بدلہ لو۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت میرے بدن پر کرتا نہیں تھا اور آپ کرتا پہنے ہوئے ہیں، اسلئے آپ بھی اپنا کرتا اتاریئے تب بدلہ لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً کرتا اتار دیا، اور فرمایا تم کو عتاب ہے انہوں نے بڑھ کر مہر نبوت کو چوم لیا اور کہا کہ میری کہاں مجال تھی کہ بدلہ لیتا مگر میری بہت دنوں سے دلی خواہش تھی کہ مہر نبوت کو بوسہ دوں۔ اس لئے ایسا کیا۔

اب ذرا غور فرمایئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیسی شان تھی کہ ایک امتی سے اس طرح جھک کر معاملہ فرمایا ہے، بیشک نبی کی یہی شان ہوتی ہے۔ ان کے خوف آخرت کا یہی حال ہوتا ہے۔ آپ یہی اسوہ حسنہ چھوڑ کر ہم سے جدا ہوئے، ہم اس پر جب تک عمل پیرا ہوں گے عافیت میں رہیں گے۔ اور جب اسکو چھوڑ دیں گے تو فساد و نزاع کے شکار ہو جائینگے جیسا کہ آج مشاہدہ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بحرمۃ سید النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعلی آلہ اجمعین۔

اب اور ایک واقعہ سنئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن سعنہ یہودی کا قرض تھا۔ وہ تقاضا کے لئے آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی چادر اتاری اور کرتا پکڑ کر سختی سے بولا، کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہند ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے، اس کے بعد عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ عمر! تم کو مجھ سے اور اس سے دوسری طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے تھا، تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہئے اور اس سے کہتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہئے۔

پھر زید کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں پھر حضرت عمر سے فرمایا کہ جاؤ اس کا قرض ادا کر دو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا۔ کیونکہ تم نے اسے جھڑکا ہے۔

سبحان اللہ! کیسی تعلیم تھی اپنے اصحاب کو جس کی وجہ سے حضرات صحابہؓ اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر پہونچے۔ اور ان کے نفوس کا کامل تزکیہ ہوا۔

ان واقعات میں ہمارے لئے بہت ہی عبرت و نصیحت ہے کہ ہم کو بھی ایسے مواقع پر ایسا ہی معاملہ کرنا چاہئے اور اپنے لوگوں کو اسی قسم کی تعلیم کرنی چاہئے۔ اگر آج ان باتوں پر عمل ہو تو پھر اصلاح عام ہو جائے اور دنیا جنت کا نمونہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسکی توفیق دے۔

بقیہ : عبادات میں اعتدال

آپ کے سارے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں، (یعنی آپ کو کثرت عبادت کی ضرورت نہیں) انہیں سے ایک جماعت کے آدمی نے کہا ہم لوگ رات بھر نمازیں پڑھیں گے، دوسری جماعت کے آدمیوں نے کہا ہم مسلسل روزے رکھیں گے درمیان درمیان میں افطار نہ کریں گے تیسری جماعت نے کہا ہم لوگ عورتوں سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے بلکہ سرے سے شادی ہی نہ کریں گے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کو ان کے بیانات معلوم ہوئے تو ان سے فرمایا تم لوگوں نے ایسا ایسا کہا ہے خدا کی قسم میں تم سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والا، اور زیادہ احتیاط کرنے والا ہوں اس کے باوجود روزے بھی رکھتا ہوں، افطار بھی کرتا ہوں، نمازیں بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں اس لئے جو شخص میری سنت سے اعراض کرتا ہے وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔

اسی سہولت کے خیال سے سفر کی حالت میں مسافر کو نماز قصر کرنے اور روزہ افطار کرنے، اور مریض کو روزہ قضاء کرنے کی اجازت ہے، اسلام میں نماز جماعت کی بڑی تاکید ہے، مگر اس میں بھی سہولت کا لحاظ ہے ایسی راتوں میں جن میں بارش اور سردی ہوتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرا دیتے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں نمازیں پڑھ لیں۔